روح تصوف

تالیف عربی:

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی ؒ

شرح اردو:

مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ

دار الاشاعت مولوی مسافر خانہ
کراچی (پاکستان)

اماثل الاقوال والاحوال۔ لافاضل الرجال

یعنی

روح تصوف

مولفہ
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی رح

شرح اردو
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

جس میں تصوف و تاریخ کی نہایت مستند و منتخب کتب سے
بزرگان سلف کے چیدہ چیدہ واقعات اور حالات و مقالات
لکھے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے تصوف کی حقیقت اور صوفیائے
متقدمین کا طرز سلوک اور جاہلانہ تصوف کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

ناشر

دار الاشاعت

مولوی مسافر خانہ۔ کراچی ۱

اشاعت اوّل ــــــــ دسمبر ۱۹۶۳ء

تعداد طبع ــــــــ ایک ہزار

قیمت مجلد ــــــــ ۳/۵۶

کاتب ــــــــ مرتضیٰ حسین

ناشر

دارالاشاعت مولوی مسافر خانہ کراچی

لاہور میں ملنے کا پتہ

ادارہ اسلامیات نمبر ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

فہرست مضامین روح تصوف

انتخاب از طبقات کبریٰ جلد ثانی

رسالہ آداب شیخ و مرید از علامہ ابن عربیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد بزرگان سلف کے حالات ومقالات اور ملفوظات ومعمولات بلاشبہ علم وعمل کی روح، دنیا وآخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے مونس، غمزدہ کے انیس، ہر دینی ودنیوی مشکل کے حل، نور ایمان کو بڑھانے والے، قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں ؎

حرف از زبان دوست شنیدن چہ خوش بود ۰:۰ یا از زبان آنکہ شنید از زبان دوست

لیکن ان میں معتبر وغیر معتبر کی تمیز بعض عارفین کے اقوال کے صحیح معنی کا سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں، اسی لئے بقیۃ السلف حجۃ الخلف آیۃ من آیات اللہ مجدد الملۃ حکیم الامۃ سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے تصوف وتاریخ کی نہایت مستند ومنتخب کتابوں سے بزرگان سلف کے چیدہ چیدہ واقعات وحالات اور مقالات کو ایک مستقل مجموعہ میں جمع فرما دیا ہے، جس میں رسالہ قشیریہ اور طبقات شعرانی کا انتخاب باستیعاب مطالعہ فرما کر کیا گیا ہے، توضیح مقصود اور تفہیم کے لئے ہر واقعہ یا ملفوظ پر ایک عنوان بھی قائم فرما دیا ہے اور مزید توضیح کے لئے کہیں کہیں فوائد کا اضافہ بھی ہے، اس مجموعہ کو اگر اخلاق وتصوف

لیکن یہ مجموعہ چونکہ عربی زبان میں ہے، حضرت والا دامت برکاتہم نے اس ناکارہ خلائق کو اس واسطے عطا فرمایا کہ اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع کر دیا جائے، الحمد للہ کہ آج اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، ترجمہ میں بغرض افادہ عوام احقر نے تحت اللفظ ترجمہ کو چھوڑ کر خلاصہ مطلب پر اکتفا کیا ہے واللہ بفضلہ تعالٰی اس کتاب کی اردو شرح ہدیہ ناظرین ہے، حق تعالٰی اس کو اس ناکارہ اور سب مسلمانوں کے لئے نافع ومفید بنائے، اور حضرت مصنف دامت برکاتہم کے علم وعمل سے حظ وافر عطا فرمائے آمین واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ احقر محمد شفیع عفا اللہ عنہ خادم دار العلوم دیوبند
ناکارہ خلائق بدنام کنندۂ نکونامے چند

۲۰ محرم ۱۳۵۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد یہ ایک حصہ ہے بزرگان
طریق کے احوال واقوال کا جس کے الفاظ کم
اور معانی بہت ہیں، ہم نے مختلف کتابوں سے
انتخاب کیا ہے، تاکہ لوگوں کے قلوب اس سے
مانوس ہوں، اور اللہ تعالےٰ ہی ہر شخص کو توفیق
دینے والا ہے خواہ کوئی کسی کا متبع اور
مقلد ہو یا اپنے اجتہاد و تحقیق پر عمل کرنے
والا ہو

باب ذکر مشائخ الطریقہ از رسالہ قشیریہ

روح تصوف علامہ قشیری رح فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد سے سنا ہے اور انہوں نے سعید بن عثمان رح سے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون رح (مصری) جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طریق میں سارے کام کا مدار چار چیزیں ہیں، اوّل سب سے بڑے (یعنی اللہ تعالےٰ کی محبت) دوسرے سب سے کم (یعنی دنیا) سے بغض، تیسرے قرآن وحی الٰہی کا اتباع، چوتھے حالت بدل جانے کا خوف ؎

ذمّ ریا حضرت فضیل ابن عیاض رح جو دوسری صدی ہجری کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ لوگوں کے خیال سے عمل چھوڑ دینا ہی ریا ہے، اور اور ان کے دکھانے کے لیے عمل کرنا تو شرک ہے (ف) مراد یہ ہے کہ بعض لوگ اس خیال سے کہ لوگ ہمارے عمل کو دیکھ رہے ہیں اور اس میں ریا کا خطرہ ہے اس عمل کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ یہ بھی ریا ہی کا ایک شعبہ ہے اور اصل یہ ہے کہ آدمی کو عمل کرنے کے وقت لوگوں کو دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف التفات و توجہ ہی نہ ہونا چاہیئے ؎

گناہ کی خاصیت حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو میں اس کا اثر اپنے گدھے اور خادم کے اخلاق میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے سرکشی کرنے لگتے ہیں ؎

اپنے آپ کو محتاج دعا سمجھنا

حضرت معروف کرخیؒ جو دوسری صدی ہجری کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں ایک مرتبہ ایک پانی پلانے والے کے پاس ان کا گذر ہوا، وہ یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے جو ہمارا پانی پیے، حضرت معروف کرخیؒ اس وقت روزے سے تھے، جب یہ آواز حضرت معروف کرخی کے کانوں میں پڑی تو آگے بڑھے اور پانی پی لیا، لوگوں نے عرض کیا کیا آپؒ کا روزہ نہ تھا، فرمایا ہاں روزہ تو تھا مگر مجھے یہ توقع ہوئی کہ اس کی دعا سے مجھ پر رحمت ہو جاوے گی (اسلئے روزہ افطار کر دیا) انتہیٰ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ روزہ نفلی تھا، اور شاید کہ حضرتؒ کا مذہب روزہ نفلی کے بارے میں یہ ہوگا کہ بلا عذر بھی اس کا افطار کر دینا جائز ہے جیسے امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ اور امام اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مذہب جس کو امام نوویؒ نے نقل کیا ہے، ہاں مذہب ان حضرات کا بھی یہ ہے کہ نفلی روزہ کا افطار کرنا اگرچہ بلا عذر بھی جائز ضرور ہے مگر اولیٰ یہی ہے کہ پورا کیا جاوے، لیکن اس موقع پر حضرت معروفؒ کے نزدیک اس شخص کی دعا لینا زیادہ اولےٰ تھا، اس لئے افطار کر دیا۔

گمنامی کی فضیلت

حضرت بشر حافیؒ جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ وہ آدمی آخرت حلاوت نہیں پا سکتا جو اس کا خواہشمند ہو کہ لوگ مجھے پہچانیں۔

ہمنشین کی رعایت میں نے استاد ابو علی وقاق سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ حضرت حاتم اصم رح (جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں) ان کے پاس ایک عورت آئی اور ایک مسئلہ دریافت کرنے لگی اس وقت اتفاقاً آواز کے ساتھ اس کی ریح خارج ہو گئی جس سے اس کو سخت شرمندگی ہوئی۔ حضرت حاتم رح نے اس کو محسوس کیا تو ایسا ظاہر کیا کہ وہ بہرے ہیں سنتے نہیں۔ اس سے کہا ذرا آواز سے کہو کیا کہتی ہو۔ عورت نے جب سمجھا کہ یہ بہرے ہیں تو اس کی شرمندگی زائل ہو گئی کہ انہوں نے آواز نہ سنی ہوگی۔ اس وقت سے ان کا نام حاتم اصم مشہور ہو گیا۔

سماع کی محبت حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ جو تیسری ہجری کے مشاہیر صوفیا میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی مرید کو یہ دیکھو کہ وہ سماع کو پسند کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس میں بطالت وجہالت کا حصہ باقی ہے۔

غم اور خوشی کے صحیح اسباب حضرت ابن خبیق جو حضرت یوسف ابن اسباط کے متعلقین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو چیز تمہیں کل (یعنی روز قیامت میں) نقصان پہنچانے والی ہے اس کے سوا کسی چیز سے خوش نہ ہو کیونکہ دراصل راحت وتکلیف رنج وخوشی وہ ہی قابل توجہ ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے، دنیا کی نہ راحت قابل اعتبار ہے نہ مصیبت کہ ع

چناں نماند چنیں نیز ہم نہ خواہد ماند

اسی لئے اولیاء اللہ کا رنج و سرور صرف آخرت کے متعلق ہوتا ہے ؎

گریہ و خندہ عشاق ز جائی دگر است ⁂ می سرایند شب و وقت سحر میمونید

مرید کی حالت

حضرت ابوالحسن ابن الصائغ (جن کی وفات ۳۳۰ھ میں ہوتی ہے) ان سے کسی نے دریافت کیا کہ مرید کی کیا حالت ہونی چاہیئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کی وہ حالت ہونی چاہیئے جو حق تعالیٰ نے متخلفین تبوک کی ارشاد فرمائی ہے کہ ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہوگئی تھی اور ان پر خود ان کا نفس بھی تنگ ہوگیا تھا (مراد یہ ہے کہ آخرت کے اندیشہ میں کسی وقت اس کو قرار نہ ہو ہر وقت بے چین رہے جس کو نہ بیرونی چین ہو نہ اندرونی)

مشائخ سے فیض لینے کا طریقہ

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ (جن کی وفات ۲۹۹ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی شیخ کے پاس کبھی بجز اس حالت کے نہیں گیا کہ اپنے قلب کو تمام حالات و کیفیات سے خالی کرکے ان برکات کا منتظر رہا جو شیخ کی زیارت اور ان کے کلام سے میرے قلب پر وارد ہوسکتی تھیں۔ اس لئے کہ جو شخص کسی شیخ کے پاس اپنی ذاتی کیفیات و حالات کو لے کر جاتا ہے تو شیخ کی زیارت اور مجالست اور کلام کی برکات اس سے منقطع ہو جاتی ہیں (یعنی اس وقت اپنے کسی کمال و صفت کی طرف نظر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ نظر ایک قسم کا دعوےٰ ہے اور اس دعوے کا یہ اثر ہے کہ ؎ انائیکہ پر شد دگر چوں پرد

شیخ کی ضرورت

حضرت عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ (جن کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگرچہ تمام علوم کو جمع کرلے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے مگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے درجہ کو اس کے بغیر نہیں پہنچ سکتا کہ کسی شیخ کامل یا امام مصلح مشفق کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ کرے۔ اور جو شخص کسی ایسے استاذ کی خدمت میں رہ کر ادب (و تعلیم) حاصل نہ کرے جو اس کے اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت اس کو محسوس کرادے تصحیح معاملات کے لئے اس کی اقتدا جائز نہیں (کیونکہ وہ اس طریق کے باب میں اس کا مصداق ہوگا ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند)

کمال تواضع

حضرت حمدون (جن کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کردیا (احقر مترجم کہتا ہے کہ اس کی عام فہم توجیہہ یہ ہے کہ جب تک اس عالم سے گذر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہوسکتا کہ وہ فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو اس سے بہتر سمجھنا تکبر ہے۔ اور اہل حال حضرات اس امر کو وجداناً محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہہ کی حاجت نہیں۔ باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے ایمان کفریہ سے یقیناً بہتر سمجھا جائے گا کما افادہ شیخنا اشرف المشائخ دامت برکاتہ)

تواضع حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت حمدون (مذکور الصدر) فرماتے ہیں کہ جو شخص بزرگان سلف کے حالات پر

نظر ڈالے گا اس کو اپنی کوتاہی اور خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کے درجات سے پیچھے رہ جانا محسوس ہو جائے گا۔

امرد لڑکوں کی طرف دیکھنے کا انجام بد

حضرت ابن جلاءؒ (جو حضرت ذوالنون مصری اور دوسرے اکابر کی خدمت میں رہے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے استاد (یعنی شیخ) کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا میں نے استاد سے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس (حسین) صورت کو عذاب دے گا، استاد نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کی طرف دیکھ لیا ہے (جب یہ ہے) تو تم اس کا انجام بد بھگتو گے۔ ابن جلاءؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے بیس سال بعد (اس کا اثر ظاہر ہوا) کہ میں قرآن مجید بالکل بھول گیا۔ ف یہ وبال قصداً دیکھنے پر مرتب ہوا۔

عمل میں آسانی اور تنگی کا جمع کرنا

حضرت رویم ابن احمد رحؒ (جن کی وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ محقق کی حکمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احکام و معاملات میں اپنے بھائیوں کے لئے تو وسعت و آسانی سے کام لے اور اپنے نفس پر تنگی سے کیونکہ دوسرے لوگوں کو وسعت دینا علم شریعت کا اتباع ہے اور اپنے نفس کو سخت پکڑنا تقوے کا حکم ہے۔

گناہ اور اطاعت کا اثر

حضرت ابوالحسن علی محمد مزین رحؒ (جن کی وفات ۳۲۸ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ ایک

گناہ کے بعد جو دوسرا گناہ انسان سے سرزد ہوتا ہے وہ پہلے گناہ کی (عاجل) سزا ہے اسی طرح ایک نیکی کے بعد دوسری کی انسان کو توفیق ہوتی ہے وہ پہلی نیکی کا (عاجل) ثواب ہے؛

مشاہدہ اور لذت میں منافات

حضرت ابوالعباس سیاری رح (جن کی وفات ۳۴۳ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کو مشاہدہ حق کے وقت لذت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ مشاہدہ حق کا وقت فنا رنفس کا وقت ہے۔ اور اس وقت کسی قسم کی لذت باقی نہیں رہ سکتی (مراد لذت طبعیہ نفسانیہ ہے جو تلبس بالعناصر پر موقوف ہے لذت روحانیہ مراد نہیں جو اس حدیث میں مراد ہے جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ مقصود شیخ کا تنبیہ کرنا ہے طالبان لذت کو کہ ایسی چیزوں کے درپے نہ ہوں کہ انہیں مقصود سے بعد ہے

اپنے نفس کے لئے جھگڑنے کی مذمت

حضرت ابوالحسین بندار ابن الحسین شیرازی رح (جن کی وفات ۳۵۳ھ میں ہوئی ہے) فرماتے ہیں کہ تم خود اپنے نفس کیلئے جھگڑا مت کرو کیونکہ درحقیقت تمہارا نفس تمہاری ملک نہیں (بلکہ حق تعالےٰ اس کا مالک ہے) تو تمہیں چاہیئے کہ یہ جھگڑا خود اس کے مالک کے لئے چھوڑ دو (اس میں بحث و مباحثہ بھی آگیا جو اپنی نصرت کے لئے کیا جاتا ہے نصرت دین کی اس میں ممانعت نہیں)۔

حقوق وقت کے بارے میں

کہا گیا ہے کہ فقیر کو اپنے گذشتہ

اور آئندہ زمانہ کی فکر نہیں ہوتی بلکہ موجودہ وقت یعنی حال کی فکر رہتی ہے کہ مجھے اس وقت کیا کرنا چاہئے اور کہا گیا ہے کہ گذشتہ زمانہ کے فوت ہونے کی فکر میں لگنا ایک دوسرے وقت کا ضائع کرنا ہے (فکر اس کی چاہئے کہ اب کیا کروں) وقد ترجمتہ بالنظم الہندی ؎

گماشت حال کو ماضی و مستقبل کی فکر و ہیں :: درستی حال ہی کی ہے تلافی عمرِ ماضی کی

دہو محل قول العارف الرومی رح ع ماضی و مستقبلت پردہ خداست

مراد اس سے غیر ضروری سوچ ہے اور جو فکر توبہ کی ضرورت سے ہو وہ مستثنیٰ ہے۔

مشائخ کی چشم پوشی اور شفقت جہاں اس میں مصلحت و حکمت ہو

نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوعمرو بن نجید رح (جن کی وفات ۳۶۶ھ میں ہوتی ہے) اپنے سلوک کے ابتدائی زمانہ میں حضرت ابوعثمان رح کی مجلس میں جایا کرتے تھے (حضرت مصنف رسالہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ ابوعثمان وہ ہیں جن کا نام نجید ابن اسمٰعیل ہے جن کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی) حضرت ابوعثمان کے کلمات طیبہ نے حضرت عمرو بن نجید کے قلب میں اثر کیا اور وہ غفلت سے تائب ہو کر (ذکر و عبادت میں مشغول ہو گئے) پھر اتفاقاً ایک مرتبہ ان کو فترت پیش آئی (یعنی حالت بدلی کہ اسباب بُعد میں گرفتار یا ذکر و طاعت سے سست ہو گئے) تو بوجہ حیا کے حضرت عثمانؓ سے چھپتے اور بھاگتے پھرتے تھے اور ان کی مجلس میں جانا چھوڑ دیا۔ ایک روز راستہ میں حضرت ابوعثمان کا سامنا

ہو گیا تو ابو عمرؒ راستہ کاٹ کر دوسری طرف کو چل دیئے (شیخ وقت ابو عثمانؒ کی شفقت و عنایت دیکھنے کے قابل ہے) کہ وہ بھی یہ راستہ چھوڑ کر ابو عمرو کے پیچھے ہو لئے۔ ابو عمرو نے پھر دوسرا راستہ اختیار کر لیا تو ابو عثمانؒ بھی پیچھے ہو لئے اسی طرح ان کے پیچھے لگے رہے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا اور فرمایا۔ پیارے بیٹے تم اس شخص کی صحبت ہرگز اختیار مت کرو جو تم سے صرف اس حالت میں محبت کرے جب کہ تم گناہ سے معصوم ہو۔ خوب سمجھ لو کہ ابو عثمان کی صحبت کا نفع تو اسی حالت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔ ابو عمرو بن نجید پر اس شفقت کا یہ اثر ہوا کہ دوبارہ) توبہ کی تجدید کی اور پھر سلوک اور ذکر و طاعت کی طرف لوٹ آئے اور اس میں چلنے لگے۔

صحت توبہ کی علامت

بوشنجیؒ سے (جن کی ۳۴۷ھ میں وفات ہوئی ہے) توبہ کے متعلق پوچھا گیا انہوں نے فرمایا جب تم کو وہ گناہ یاد آوے مگر یاد آ لینے پر اس کی لذت محسوس نہ ہو پس یہ ہے توبہ (صحیح یعنی اکثر امر طبعی ہے کہ گناہ کے تصور سے بھی نفس میں ایک گونہ لذت محسوس ہوتی ہے پس توبہ کے کامل اور مقبول ہونے کے بعد عادۃ اللہ یہ ہے کہ اس کے تصور سے یہ لذت بھی محسوس نہیں ہوتی۔)

تائب کے دنیا سے متنفر ہونے کی علت مع جواب شبہہ

حضرت ابو حفص رحؒ (جن کی وفات ۲۶۰ھ کے کچھ بعد ہوئی) ان سے دریافت کیا گیا کہ توبہ کر لینے والا آدمی دنیا کو مبغوض و مکروہ کیوں سمجھتا ہے تو آپؒ نے جواب دیا۔ اس لئے کہ دنیا ہی وہ

مقام ہے جس میں اس سے گناہ صادر ہوئے تھے اس پر کسی نے پھر سوال کیا کہ دنیا (جیسے صدور گناہ کا مقام ہے) ایسے ہی وہ مقام بھی ہے جس میں اس کو اللہ تعالے نے توبہ سے مشرف فرمایا تو جواب دیا ہاں یہ صحیح ہے مگر اس کو اپنے گناہ کا تو یقین ہے اور قبول توبہ محض محتمل غیر یقینی ہے ۔

عزت وذلت کی حقیقت

حضرت ذوالنون مصری رح (متوفی ۲۴۵ھ) نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے کسی شخص کو اس سے بڑی عزت نہیں دی کہ اس کو اپنے نفس کی حقارت وذلت پر مطلع فرما دیا۔ اور اللہ تعالے نے کسی شخص کو اس سے زیادہ ذلت نہیں چکھائی کہ اس کو اپنے نفس کی ذلت وحقارت سے غافل کر دیا۔)

لوگوں سے ممتاز ہیئت میں نہ رہنا

حضرت ابو علی دقاق رح نے (جو امام قشیری کے اساتذہ میں سے سے تھے اور امام قشیری کی وفات ۴۶۵ھ میں ہوئی ہے) فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ وہی کپڑے تم بھی پہنتے رہو جو وہ پہنتے ہیں اور وہی چیز تم بھی کھاتے رہو جو وہ کھاتے ہیں البتہ باطنی حالت (یعنی خدا تعالے اور خشیت ومحبت) میں عام لوگوں سے ممتاز رہو۔

انس بالخلوۃ اور انس مع اللہ فی الخلوۃ میں فرق

حضرت یحیٰ بن معاذ رض (متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ اس میں غور کرو کہ تمہارا انس خلوت کے ساتھ ہے یا بحالت خلوت اللہ تعالے کے ساتھ (اور پہچان اس کی یہ ہے) کہ اگر تمہارا انس خلوت کے ساتھ ہے

تب تو جس وقت تم خلوت سے باہر آؤ گے تمہارا انس جاتا رہے گا اور اگر تم انس بحالتِ خلوت اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے تو تمہارے لئے دنیا کے سارے مکان جنگل و آبادی برابر ہونگے (اور یہ درجہ انتہا میں حاصل ہوتا ہے ابتدا میں اس کی توقع نہ رکھے)۔

بعضوں کے لئے بہ نسبت خلوت کے اجتماع کا افضل ہونا

ابو یعقوب سوسی (جو اسحٰق بن محمد متوفی ۳۳۰ھ کے شاگرد ہیں) فرماتے ہیں کہ "خلوت پر تو آہنی لوگوں کو قدرت ہوسکتی ہے جو (علم و عمل میں) قوی ہیں لیکن ہم جیسوں کیلئے تو اجتماع ہی افضل ہے جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کا عمل دیکھ کر نفع ہوتا ہے (مگر یہ اجتماع اہل دین اور اہل اخلاص کے ساتھ ہونا چاہیے)۔

تقوےٰ کی حد

حضرت یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ (متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ "تقوےٰ یہ ہے کہ علم کی حد پر بغیر کسی تاویل کے ٹھہر جاوے" ف یعنی جس چیز کے متعلق حلال یا حرام اور جائز یا ناجائز کا علم ہوجاوے فوراً اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے ناجائز کے جائز ہونے کی تاویلیں ڈھونڈنے کی فکر میں نہ پڑے۔

تقوےٰ پر عمل یا ترک عمل کا انجام

حضرت یحیٰی بن معاذ (موصوف الصدر) فرماتے ہیں کہ جو شخص تقوےٰ کی دقیق چیزوں پر نظر کرے گا وہ بڑی بڑی عطاؤں تک نہ پہنچے گا اور کہا گیا ہے کہ جس شخص کی نظر دین کے بارہ میں گہری ہوگی قیامت میں اس کی عزت

میں اس کی عزت بڑی ہو گی (یہ تفسیر اس سے اچھی ہے کہ دقیق النظر کا خطرہ بھی زیادہ ہے اس سے اس کی دقت نظر کے مناسب بازپرس بھی ہو گی)

زہد کی حقیقت حضرت جنید رح (متوفی ۲۹۷ھ محتاج تعارف نہیں) فرماتے ہیں کہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کا ہاتھ خالی ہو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔

معنوی سکوت حضرت ابو بکر فارسی رح (ان کا سنِ وفات ہمیں معلوم نہیں ہو سکا) سے پوچھا گیا کہ باطنی اور معنوی خموشی کسے کہتے ہیں فرمایا کہ گذشتہ اور آئندہ کی فکروں میں مشغول نہ ہونا۔ نیز ابو بکر فارسی رح فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی (دینی یا دنیوی) ضروریات کے متعلق کلام کرتا رہے اس وقت تک وہ (حکماً) سکوت ہی کی حد میں ہے حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ ان اہل افادہ بزرگوں پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو (بغرض افادہ) کلام کرتے رہتے ہیں (مقصود ابو بکر فارسی کا یہ ہے کہ سکوت ظاہری سے زیادہ اہتمام سکوت باطنی کا ضروری ہے۔)

خوف کا اثر استاد ابو علی دقاق (ان کا سنِ وفات معلوم نہیں ہو سکا) فرماتے ہیں کہ خوف کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو امیدیں دلا کر نہ بہلاؤ کہ شاید حق تعالیٰ معاف فرما دیں یا کوئی شفاعت کر دے یا عنقریب توبہ کر لوں گا بلکہ ہر معصیت سے بچتے رہو اور ہر غلطی پہ فوراً توبہ کر لو۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح (متوفی ۲۴۵ھ) سے دریافت

کیا گیا کہ بندہ کو خوف خدا تعالیٰ کا راستہ کس وقت آسان ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ (اس وقت کہ وہ اپنے آپ کو ایک مریض سمجھے کہ ہر چیز سے (جس میں ضرر کا احتمال ہو) پرہیز کرے کہ کہیں بیماری دیر تک قائم نہ رہے اور حضرت ابو عثمان (ان کا سن وفات معلوم نہ ہو سکا) فرماتے ہیں کہ خوف کی علامت یہ ہے کہ آدمی دنیوی امیدیں زیادہ نہ باندھے یعنی خوف کی خاصیت سے طول امل خود قطع ہو جاتا ہے

موت کا خوف ایک شخص نے بشر حافی رح (متوفی ۲۲۷ھ) سے عرض کیا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ موت سے ڈرتے ہیں فرمایا (ہاں) اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا بڑا بھاری معاملہ ہے۔ حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ موت فی نفسہ خوف کی چیز نہیں (بلکہ اس کا خوف اس بنا پر ہے کہ حق تعالیٰ کے سامنے جانا ہے)

خوف کو امید پر غالب رکھنا حضرت ابو سلیمان دارانی رح (متوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ قلب کے لئے مناسب یہ ہے کہ اس پر خوف ہی غالب رہے کیونکہ جب امید غالب ہو جاتی ہے تو قلب فاسد ہو جاتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد اکثر احوال اور اکثر لوگوں کے اعتبار سے ہے ورنہ بعض حالات میں اور بعض لوگوں کے لئے غلبۂ امید ہی میں سلامتی منحصر ہو جاتی ہے (یعنی غلبۂ خوف سے ان کا قلب ایسا ضعیف ہو جاتا ہے کہ قریب معطل ہو جاتا ہے)

خوف وامید دونوں کو جمع رکھنا حضرت ابو عثمان مغربی رح (متوفی ۳۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے

نفس کو امیدیں ہی دلاتا رہے وہ بیکار ہو جاتا ہے اور جو شخص ہمیشہ اپنے نفس کو خوف ہی دلاتا رہے وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ اس لئے یوں چاہیئے کہ کبھی امید دلاتے اور کبھی خوف (یہ تفصیل درجۂ اکتساب میں ہے اور درجۂ حال میں کسی ایک کا غالب ہو جانا وہ ہر حال میں خیر ہے)

غم کا نفع غم کے بارہ میں علماء طریق میں اختلاف ہے۔ عام علماء کا قول یہ ہے کہ دین کا غم انسان کے لئے نافع ہے لیکن دنیا کا غم سو وہ محمود (و نافع) نہیں۔ مگر حضرت عثمان حیری رح (متوفی ۲۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ "غم خواہ کسی چیز کا ہو ہر طرح مومن کے لئے فضیلت اور زیادتی اجر و ثواب کا سبب ہے۔ جب تک کہ یہ غم کسی معصیت کے فوت ہو جانے پر نہ ہو (اگرچہ معاش کے فوت ہو جانے پر ہو) کیونکہ غم دنیا اگر تخصیص (یعنی تقرب الی اللہ) کا سبب نہ ہو تو کم از کم تمحیص (یعنی گناہوں اور رذائل سے پاک کرنے) کا ذریعہ یقیناً ہے (جیسے دوسرے مصائب اور تکالیف کا حکم ہے)

غم کی بعض خاصیتیں حضرت ابو الحسین وراق رح فرماتے ہیں میں نے ابو عثمان حیری رح غم کے بارہ میں سوال (یعنی کس قدر مفید ہے) تو فرمایا کہ غمگین آدمی کو غم کے متعلق سوال کرنے کی فرصت نہیں ہوا کرتی پہلے کوشش کرو کہ غم حاصل ہو جاوے پھر (اگر ضرورت ہوگی) دریافت کرنا (یعنی پھر اس کی فرصت بھی نہ ہوگی)۔

بھوک کا ادب ابن سالم (متوفی ......) سے دو واسطے کے ساتھ یہ روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ

بھوک کا ادب یہ ہے کہ اپنی عادت (خوراک) سے صرف اتنا کم کھاوے جتنا بلی کا کان (یعنی بہت ہی کم) حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ جو لوگ ضعیف البدن یا ضعیف الہمۃ ہیں ان کے لئے یہی مناسب ہے ورنہ اس بات میں قوی لوگوں کے مناسب دوسرے اقوال بھی ہیں۔

محل تواضع حضرت بن مبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ اغنیاء متکبرین کے مقابلہ میں تکبر کرنا چاہیے (یعنی صورۃً معاملہ تکبر کا کیا جاوے) اور فقراء کے ساتھ تواضع کرنا چاہیے یہ سب تواضع میں داخل ہے"۔

تواضع اور بعض دوسرے اعمال کی خاصیت حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ (متوفی ......) فرماتے ہیں کہ رفعت شان تواضع میں ہے (کما فی الحدیث من تواضع للہ رفعہ اللہ) اور عزت تقوے میں اور آزادی قناعت میں۔

وساوس آنا توکل کے منافی نہیں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ (متوفی ......) سے دریافت کیا گیا کہ کیا متوکل کو طمع بھی پیدا ہو سکتی ہے فرمایا ہاں طبعی طور پر کچھ وسوسے طمع کے پیدا ہو سکتے ہیں مگر وہ اس کے لئے مضر نہیں اور ان خطرات طمع کو ساقط کرنے میں اس کو اس بات سے مدد ملتی ہے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے مایوس ہو جاوے۔

صبر کی حد حضرت ابو وقاق (متوفی ......) فرماتے ہیں کہ صبر کی حد یہ

ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے لیکن محض اظہار مصیبت جو شکایت کے طور پر نہ ہو صبر کے منافی نہیں (دیکھئے) حق تعالے نے حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے کہ (ہم نے انہیں صابر پایا وہ اچھے بندے ہیں) باوجود اس کے حق تعالے ہی نے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ انہوں نے (اپنی مصیبت کو ان لفظوں میں) ظاہر کیا تھا کہ مجھے تکلیف پہنچ گئی۔ حضرت ابو وقاق رح نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کلمہ (یعنی مسنی الضر) حق تعالے نے ان کی زبان سے اس لیے نکالا تاکہ اس امت کے ضعفا کو دم مارنے کی جگہ ہو جاوے (ضبط محض سے تنگی نہ ہو)

رضا کی تعریف

ابو علی وقاق رح (متوفی ... ...) فرماتے ہیں کہ رضا کے لئے یہ لازم نہیں کہ "بلا کی تکلیف محسوس نہ ہو رضا صرف یہ ہے کہ حکم و قضاء الٰہی پر اعتراض نہ کرو نہ ظاہراً نہ باطناً"

رضا کا محل

امام قشیری رح فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب یہ ہے کہ اس قضا پر راضی ہو جس پر راضی ہونے کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ بات نہیں کہ جو کچھ قضا الٰہی ہو بندہ کو اس پر راضی ہونا جائز یا واجب ہو۔ مثلاً معاصی اور مسلمانوں کے مصائب کہ قضاء الٰہی ان سے بھی متعلق ہوتی ہے (حالانکہ بندہ کے لیے ان پر رضا جائز نہیں۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ کلام افہام عوام کے اعتبار سے ہے ورنہ افہام خواص کے اعتبار سے تو حقیقت وہ ہے جو عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے کہ اس جگہ دو چیزیں ہیں ایک تو معصیت اور مسلمانوں کی مصیبت سو یہ مقضی ہے قضا نہیں اس لیے اس پر رضا بھی جائز نہیں اور دوسری چیز اس معصیت یا مصیبت کے

ساتھ قضائے الٰہی کا متعلق ہونا سو اس پر رضا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ قضا اور مقضی دو چیزیں جدا جدا ہیں (اور دونوں کے احکام جدا جدا)

وقت رضا

حضرت ابو عثمان (متوفی ۲۹۸ھ) سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب کیا ہے کہ (میں آپ سے طلب کرتا ہوں رضا بعد قضا کے) فرمایا کہ (حدیث میں بعد قضاء کی تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ) قضاء سے پہلے تو رضا کا صرف قصد ہوسکتا ہے (خود رضا کا تحقق نہیں ہوتا) رضا تو وہی ہے جو بعد قضائے کے ہو۔

اپنے نفس کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ معاملہ میں فرق

حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ (متوفی ۲۹۱ھ) امام مزنی (متوفی سنہ) کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ سخت اور دوسرے لوگوں کے معاملہ میں سب سے زیادہ نرم اور سہولت دینے والا ہو بجز مزنی کے رحمۃ اللہ علیہ۔

متعلقات عبودیت

حضرت ابو علی جوزجانیؒ (متوفی سنہ) فرماتے ہیں کہ رضا عبودیت کا گھر ہے اور صبر اُس کا دروازہ ہے اور تفویض اس گھر کا ایک کمرہ۔ پس دروازہ پر آواز دیجاتی ہے اور گھر میں پہونچکر فراغت و اطمینان ہوتا ہے اور کمرہ میں داخل ہو کر راحت ملتی ہے۔ **ف** مراد یہ ہے کہ جس طرح گھر کے تین درجے عادۃً ہوتے ہیں اول دروازہ جو مکان کا ابتدائی افتتاحی درجہ ہے پھر گھر کا صحن وغیرہ

جو مکان کا گویا متوسط درجہ ہے پھر گھر کے وہ کمرے جن میں آدمی راحت پاتا ہے جو مکان کا گویا انتہائی درجہ ہے اسی طرح عبدیت کے تین درجہ ہیں اول صبر جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے حق تعالیٰ اول صبر عطا فرماتا ہے اس کے بعد رضا بالقضا جو ذریعہ اطمینان ہے اور اس کے بعد تفویض جس میں راحت کاملہ عطا ہو جاتی ہے۔ (اس سے صبر اور رضا اور تفویض کی ترتیب اور آثار ظاہر ہو گئے)

مرید اور مراد کے احکام

رسالہ قشیریہ کے باب الارادہ میں مرید اور مراد کے احکام بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ باقی رہا فرق مرید اور مراد میں تو اصل یہ ہے کہ درحقیقت ہر مرید مراد بھی ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ حق تعالیٰ کا مراد نہ ہوتا یعنی حق تعالیٰ اس کے حال پر توجہ و عنایت نہ فرماتے تو وہ مرید ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ عالم میں کوئی چیز بغیر ارادہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے واقع نہیں ہو سکتی اسی طرح ہر مراد مرید بھی ہوتا ہے کیونکہ جب حق تعالیٰ اس کو مراد بناتے ہیں تو اس کی بھی توفیق اس کو دیدیتے ہیں کہ وہ مرید بن جائے۔ لیکن قوم (یعنی صوفیائے کرام) نے مرید اور مراد میں فرق کیا ہے اُن کے نزدیک مرید مبتدی ہے اور مراد منتہی۔ اور مرید وہ شخص ہے جس کو مجاہدات اور ریاضات کی مشقتوں میں ڈالا گیا ہو۔ اور مراد وہ شخص ہے جو بغیر مشقت کے مقصد تک پہونچ گیا ہو۔ پس مرید مشقت میں پڑنے والا ہے اور مراد وہ جس کے ساتھ مہربانی و آسانی کی گئی ہے۔ اور عادت اللہ سالکین طریق کے ساتھ مختلف ہے۔ بہت سے آدمیوں کو اوّل مجاہدات کی توفیق دی جاتی ہے پھر طرح طرح کی مشقتیں اٹھانے

کے بعد بلند مقاصد تک پہونچتے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں کو اول ہی سے اعلیٰ معانی کا کشف ہونے لگتا ہے اور اس درجہ تک پہونچ جاتے ہیں جہاں تک اصحابِ مجاہدہ بھی نہیں پہونچتے۔ مگر ان میں سے اکثر حضرات اس آسانی کے بعد پھر مجاہدہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ فضائل بھی اُن کو حاصل ہو جاویں جو عدم مجاہدہ کی وجہ سے فوت ہو رہے تھے۔

ذکر اگرچہ فقط زبان سے ہو نعمت ہے

حضرت ابو عثمانؒ (جو غالباً ابو عثمان حیری متوفی ۲۹۸ھ) سے کہا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے دلوں میں حلاوت نہیں پاتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر کرو کہ اُس نے تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو (یعنی زبان) کو تو اپنی طاعت و عبادت سے آراستہ فرما دیا ہے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ پر اس طرح ہوتی ہے کہ اُس کو اپنے ذکر پر مجبور کر دیا جاتا ہے

بعض صوفیائے کرام نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا کہ فلاں بن میں ایک ذاکر شاغل آدمی ہے۔ میں اُس کی زیارت کے لئے گیا۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ اچانک ایک بہت بڑا درندہ سامنے آیا۔ اور ایک سخت ضرب اس ذاکر پر لگائی جس میں اُس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اتار لیا۔ وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ اور میں سا بھی۔ جب ہوش آیا تو میں نے اُس سے کہا کہ یہ کیا تھا۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر اس درندہ کو مسلّط کر رکھا ہے جب مجھے ذکر اللہ میں کچھ سُستی پیدا ہوتی ہے تو یہ مجھے اسی طرح کاٹتا ہے۔ جیسا

تم نے مشاہدہ کیا۔

فتوت یعنی عالی ظرفی کے بیان میں

حضرت حارثہ محاسبی رح فرماتے ہیں کہ فتوت (یعنی عالی ظرفی) یہ ہے کہ تم تو لوگوں کے معاملہ میں انصاف کرو۔ اور اپنے لئے اُن سے انصاف کے منتظر نہ رہو۔

بعض دقائق فتوت کے بیان میں

نقل کیا جاتا ہے کہ اربابِ فتوت کی ایک جماعت ایک ایسے شخص کی زیارت کو گئی جو فتوت میں مشہور تھا۔ اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ دستر خوان لاؤ۔ وہ نہ لایا۔ اس نے مکرّر سکرّر کہا مگر وہ نہ لایا۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ بات تو فتوت کے خلاف ہے کہ ایسے شخص کو خادم بنایا جائے جو اتنی مرتبہ کہنے پر بھی دستر خوان نہ لائے (کیونکہ) ایسے شخص سے بعض دفعہ ایسے لوگوں کو اذیت ہو گی جن کو راحت پہنچانا ضرور ہے)۔ اس شخص نے غلام سے پوچھا کہ تم نے دستر خوان لانے میں دیر کیوں کی۔ اُس نے کہا کہ دستر خوان پر ایک چیونٹی تھی۔ میں نے یہ بات تو ان حضرات کے ادب کے خلاف سمجھی کہ چیونٹی سمیت دستر خوان ان کے سامنے لاؤں اور یہ بات فتوت کے خلاف تھی کہ چیونٹی کو دستر خوان پر سے پھینک دوں۔ اس لئے ٹھیرا رہا یہاں تک کہ چیونٹی خود ہی اُس پر سے چلی گئی۔ اُن لوگوں نے کہا اے غلام تو نے تو بہت تدقیق سے کام لیا ہے۔ اربابِ فتوت کی خدمت کے لئے تجھ سا ہی آدمی چاہیئے۔

فراست اور اُس کی حد

حضرت ابو حفص نیشاپوری (متوفی سنہ ۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ فراست کا دعویٰ کرے۔ البتہ دوسرے کی فراست سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ تم فراست سے کام لو۔ اور جو شخص فراست سے ڈرنے کا خود مامور ہے اُس کو فراست کا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

حسن خلق کا خلاصہ

حضرت واسطیؒ (متوفی سنہ ۳۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ خلق عظیم کی علامت یہ ہے کہ نہ وہ کسی سے جھگڑے اور نہ لوگ اس سے جھگڑنے پائیں جس کی وجہ حق تعالیٰ کی غایت معرفت ہے۔ (کہ اُس معرفت سے ان قصوں کی اُس کو فرصت ہی نہیں ہوتی)

حسن خلق کے لئے مشق کا طریقہ

حضرت وہبؒ (متوفی سنہ ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن کسی خصلت وعادت کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ اس خصلت کو اُس کے لئے مثل طبعی عادت کے بنا دیتا ہے۔

اعلیٰ درجہ کی سخاوت

حضرت عبداللہ بن مبارک (متوفی سنہ ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اُس سے سخی (اور مستغنی) رہنا اُس سخاوت سے افضل ہے کہ اپنی موجودہ چیز خرچ کرے۔ (مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی چیزوں سے نظر طمع قطع کرے۔ اور اُن کی مملوکہ اشیاء کی حرص نہ کرے تو یہ بھی ایک سخاوت

ہے۔ اور اپنا مال خرچ کرنے سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی سخاوت ہے۔

غیرت کی حقیقت

استاذ (ابو علی دقاقؒ) فرماتے ہیں کہ مطلق غیرت کے معنے یہ ہیں کہ کسی کام میں اپنے غیر کی شرکت کو اُس چیز میں مکروہ سمجھے (یہ تو مطلق غیرت کی تفسیر ہے) اور جب غیرت کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کی جاوے تو اُس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ غیر کی شرکت کو پسند نہیں فرماتے جو اُن کا خالص حق ہے یعنی عبادت وطاعت۔ اور جب غیرت کے ساتھ بندہ کو موصوف کیا جاوے تو اُس کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شئے کے لئے غیرت کرے اور یہ قسم بندہ کی جانب سے باری تعالیٰ کے حق میں صادر ہو سکتی ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ بندہ سے یہ چاہے کہ اپنے حالات میں سے کوئی حال اور اوقاتِ زندگی میں سے کوئی سانس حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے خرچ نہ کرے تو اس صورت میں مشارکت (جو غیرت کی تفسیر میں ماخوذ ہے اُس) سے مراد یہ ہوگی کہ غیر اللہ کو اپنے حالات و معاملات میں شریک نہ ہونے دے (اور ظاہر ہے کہ یہ صفت محمود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو کسی درجہ میں بھی شریک کرنا مذموم ہے۔

اور دوسری قسم غیرتِ عبد کی یہ ہے کہ کسی شئی پر غیرت کرے اور وہ بندہ کی جانب سے حق تعالیٰ کی شان میں صادر نہ ہونی چاہیئے۔ اور صورت اُس کی یہ ہے کہ کوئی بندہ اس میں بخل اور غیرت کرے کہ حق تعالیٰ کسی دوسرے پر کیوں مہربان ہو۔ اور اس صورت میں مشارکت (جو تفسیر غیرت میں ماخوذ ہے) یہ ہوگی کہ کسی غیر کی شرکت بندہ کے ساتھ قربِ خداوندی میں ہو۔

(اور غیرت کی یہ دوسری قسم) جہالت ہے کیونکہ اس کا مقتضی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس کے سوا نہ کوئی پہچانے اور نہ اُس کا کوئی ذکر کرے اور بعض اہلِ حال سے جو اس قسم کی غیرت منقول ہے وہ حالتِ سکر (از خود رفتگی) پر محمول ہے۔ جیسا کہ حضرت شبلی سے دریافت کیا گیا کہ آپکو راحت کس وقت نصیب ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ جب میں یہ دیکھوں کہ (میرے سوا) کوئی اُس کا ذکر کرنے والا نہیں۔ یہ سب مضمون رسالہ قشیریہ سے تغیر الفاظ کے ساتھ ماخوذ ہے؛

استقامت کے بیان میں

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ استقامت یہ ہے کہ وقت (حاضرہ) کو قیامت سمجھو یعنی ایسا سمجھنے سے تمام احوال و اعمال میں استقامت پیدا ہو جائے گی۔

اخلاص اور صدق کے بیان میں

میں نے اُستاذ ابو علی دقاق سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخلاص اس کا نام ہے کہ (اپنے اعمال میں) مخلوق پر نظر کرنے سے بچے (یعنی نہ اُن کی وجہ سے کوئی عمل اختیار کرے نہ چھوڑے جو کچھ کرے خدا کے لئے کرے) اور صدق یہ ہے کہ نفس کے مطالعہ سے پاک رہے (یعنی اپنے عمل میں نفسانی خواہشات اور اتباع ہوئی سے باز رہے) پس مخلص میں ریا نہیں ہو سکتی اور صادق کو خود بینی تکبر نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت ذوالنون مصری (متوفی ۲۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ اخلاص اس کے بغیر مکمّل نہیں ہو سکتا کہ اپنے اخلاص میں سچّا ہو اور اخلاص پر ہمیشہ قائم رہے

اسی طرح صدق بغیر اس کے مکمل نہیں ہو سکتا کہ اپنی سچائی میں مخلص ہو اور اُس پر مداومت کرے۔ اور حضرت یعقوب سوسیؒ (جو حضرت جنید بغدادی کے ہمعصر ہیں) فرماتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اخلاص کو خود بھی مشاہدہ کرنے لگیں (یعنی اس پر نظر ہونے لگے کہ ہم مخلص ہیں) تو اُن کا اخلاص اس کا محتاج ہو گیا کہ اس سے بھی اخلاص پیدا کریں۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اپنے اخلاص پر خود نظر ہونا اس کی دلیل ہے کہ وہ اپنے اخلاص میں سچے نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو علیؒ سے اوپر نقل ہو چکا ہے اور اخلاص بدون صدق کے مکمل نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ذوالنون مصری کے ارشاد مذکور سے معلوم ہوا۔ پس اپنے اخلاص پر خود نظر ہونا علامت اخلاص کے غیر مکمل ہونے کی ہے اس لئے یہ اخلاص محتاج اخلاص ہو گیا۔ اور حضرت فضیل ابن عیاضؒ (متوفی ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ لوگوں کی وجہ سے عمل کا چھوڑ دینا ریا ہے اور اُن کی وجہ سے کوئی عمل اختیار کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ان دونوں آفتوں سے محفوظ رکھے۔

حقیقت حیاء

حضرت ذوالنون مصریؒ (متوفی ۲۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ قلب میں ہیبت ہو۔ اور اُس کے ساتھ اپنے گذشتہ گناہوں سے وحشت ہو۔

حیاء کا اثر

حضرت ذوالنون نے یہ بھی فرمایا کہ محبت (کا خاصہ یہ ہی کہ وہ) گویا کرتی ہے (یعنی جب اُس کا جوش ہوتا ہے تو زبان نہیں رکتی) اور حیاء خاموش کرتی ہے اور خوف بے چین کرتا ہے

حیاء کی حقیقت دوسرے عنوان سے

اُستاذ ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ حیاء دل کو پگھلاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ حیاء اُس کا نام ہے کہ آدمی کا باطن اپنے گناہوں پر مولی کی اطلاع کے خوف سے پگھلنے لگے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیاء اس کا نام ہے کہ خداوند سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم وہیبت کی وجہ سے قلب سمٹنے لگے۔

حیاء کا منشاء وسبب

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حیاء کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جب آدمی حق تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور اُس کے ساتھ اپنی تقصیرات کا استحضار کرتا ہے تو ان دونوں کے ملانے سے ایک حالت پیدا ہوتی ہے اُسی کا نام حیاء ہے۔

حرّیت کے بیان میں

اُستاذ ابو علی دقاقؒ فرماتے ہیں کہ خوب سمجھ لو کہ حرّیت (یعنی آزادی) حقیقی غلامی کے کمال میں ہے۔ پس جب انسان کی غلامی عبودیت حق تعالیٰ کے لئے خالص ہوجاتی ہے تو اغیار کی غلامی سے اُس کی آزادی خالص ہوجاتی ہے۔ لیکن جو شخص (حرّیت کے متعلق) یہ وہم کرے کہ بندہ کسی وقت اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ عبودیت کی باگ اُتار دے اور امر ونہی اور حدود شرعیہ سے باوجود درستی ہوش وحواس آزاد ہوجائے تو ایسا خیال بالکلیہ دین اسلام سے نکل جانے کا ہم معنی ہے۔ اور قوم (صوفیاء) نے جس حرّیت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ بندہ مخلوقات میں سے کسی چیز کا مقید وپابند نہ ہو بلکہ سب سے یکسو اور مطمئن ہو نہ اس کی موجودہ دنیوی حاجات اپنا غلام بنائے اور نہ نفسانی خواہشات

اور نہ آئندہ کی تمنائیں اور نہ کسی حاجت اور مقصد کی طلب . . .
. . . . نہ دنیا کے متاع کی نہ آخرت کے متاع کی۔

ذکر کے بیان میں

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے یاد کرنا مریدین کی ایک تلوار ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں (اور) آفتوں کو جو اُن پر آنا چاہتی ہیں دفع کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جب کوئی بلاء بندہ کے قریب آتی ہے تو جب وہ اپنے دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو تمام ناگوار چیزیں اُس سے ہٹ جاتی ہیں؛

ولایت کے بعض خواص

حضرت یحییٰ بن معاذؒ[ل] فرماتے ہیں کہ ولی (میں دو خصلتیں ہوتی ہیں) وہ ریاء نہیں کرتا اور نفاق نہیں کرتا۔ اور جس کی یہ عادت ہو (ظاہر ہے کہ) اُس کے کس قدر تھوڑے دوست ہوں گے؛

[ل] حضرت مصنف رسالہ دامت برکاتہم نے جن حضرات صوفیہ کے حالات و مقالات اس رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں اُن کے ناموں کے ساتھ اس کا بھی التزام فرمایا ہے کہ ان کا سنِ وفات ذکر کر دیا جاوے تاکہ ناظرین معلوم کرسکیں کہ یہ سب اقوال و احوال متقدمین اسلام اور ائمہ اُمت کے ہیں جس سے اعتماد و اطمینان بڑھ جائے لیکن چونکہ ایک ہی نام بار بار آتا ہے اور ہر مرتبہ سنِ وفات کا تذکرہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر گذشتہ پر حوالہ کرنا بھی دشواری سے خالی نہیں اسلئے یہ اختیار کیا گیا کہ ان حضرات کے سنین وفات مع مختصر حال کے رسالہ کے ختم پر ایک جگہ لکھ دیئے جائیں تاکہ دونوں فائدے حاصل ہو جائیں۔ ۱۲ محمد شفیع عفا عنہ

ولی کی دشمنی میں مبتلا ہونے کے بعض اسباب

حضرت ابوتراب نخشبی فرماتے ہیں کہ جب قلب حق تعالیٰ سے (معاذ اللہ) اعراض کرنے کا عادی ہوجاتا ہے تو اُس کی ساتھ ہی یہ بات بھی اُس میں پیدا ہوجاتی ہے کہ اولیاء اللہ کی بُرائی اور دشمنی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

دعاء کے بیان میں

اہل طریق کا اس میں اختلاف ہے کہ دعاء کرنا افضل ہے یا ساکت اور راضی برضا رہنا (اور علامہ قشیریؒ نے اس کے متعلق مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ) ایک جماعت نے فرمایا کہ بندہ پر یہ واجب ہے کہ زبان سے تو صاحب دعاء ہو اور دل سے صاحبِ رضا تاکہ دعاء و رضاء کی دونوں فضیلتوں کا جامع ہوجاوے (حضرت جامع رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ زبان سے صاحبِ دعاء ہونے کے معنی یہ ہیں کہ زبان اور دل دونوں سے صاحبِ دعاء ہو (نہ یہ کہ صرف زبان سے دعاء کرے اور قلب اُس سے غافل ہو کیونکہ غافل دل کے ساتھ دعاء کرنے کی حدیث میں مذمت وارد ہوئی ہے۔

اجابتِ دعاء کی تاخیر کی ایک حکمت

حکایت ہے کہ یحییٰ بن سعید قطانؒ نے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی خواب میں زیارت کی تو عرض کیا یا اللہ میں بہت مرتبہ آپ سے دعا کرتا ہوں اور آپ قبول نہیں فرماتے۔ ارشاد فرمایا کہ

اے یحییٰ میں تمہاری (دعاء) کی آواز سننا چاہتا ہوں (اس لئے تاخیر کرتا ہوں تاکہ یہ آواز کا سلسلہ طویل ہو)

فقر کے حقوق

حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اے جماعت فقراء (اولیاء اللہ) تم کو لوگ اللہ ہی کے نام سے پہچانتے ہیں اور اسی کی وجہ سے تمہاری تعظیم کرتے ہیں۔ تو (تم بھی) اس کا خیال رکھو کہ جب تم خلوت میں حق تعالیٰ کے سامنے ہو تو تمہارا معاملہ اس کے ساتھ کیا ہونا چاہیئے۔

فقیری کی بعض خصوصیات

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے فقیری طلب کی تو (خود بخود) غنیٰ ہمارے سامنے آگیا۔ اور لوگوں نے غنیٰ طلب کیا تو فقیری (و محتاجی) اُن کے سامنے آئی۔

فضیلتِ فقر کا راز

حضرت یحییٰ بن معاذؒ کے سامنے لوگوں نے فقر و غنیٰ کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ (عزیزو) کل (روزِ قیامت میں) نہ غنیٰ کا کوئی وزن ہوگا نہ فقیری کا بلکہ درحقیقت وزن تو صبر و شکر کا ہے (یعنی اگر غنیٰ پر شکر اور فقر پر صبر کیا جاوے تو دونوں محمود ہیں۔ ورنہ جس طرح شکر نہ کرنے کی صورت میں غنیٰ مذموم ہے ایسے ہی صبر نہ کرنے کی صورت میں فقر بھی سود مند نہیں پس فضیلت فقر کا راز صبر ہے۔

تصوف کی حقیقت

حضرت عمر ابن عثمان مکیؒ سے دریافت کیا

گیا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ بندہ ہر وقت میں ایسی حالت میں رہے جو اُس وقت کے مناسب ہو۔ اور شیخ ابوالحسن سیروانیؒ کا یہ مقولہ بھی اسی معنی پر محمول ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جو واردات کا تابع ہو نہ کہ اوراد و وظائف کا۔

ادبِ ظاہر و باطن کا جمع کرنا

اور جب حضرت حفصؒ بغداد میں تشریف لے گئے تو حضرت جنیدؒ نے اُن سے فرمایا کہ آپ نے تو اپنے مریدین کو بادشاہوں کے سے آداب سکھلائے ہیں۔ حضرت ابوحفصؒ نے فرمایا کہ ظاہری ادب و تہذیب باطنی ادب و تہذیب کی علامت ہے۔ اور حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے عرض و معروض کرنے میں بے تکلفی کے الفاظ کہنا خلاف ادب ہے۔

محبت کا مقتضا ادب ہے یا سقوطِ ادب۔ اِن دونوں میں تطبیق

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب محبّت کامل ہو جاتی ہے تو شرائط ادب ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور حضرت ابوعثمانؒ فرماتے ہیں کہ جب محبت کامل ہو جاتی ہے تو محب کے ذمہ ادب کی رعایت زیادہ مؤکد اور ضروری ہو جاتی ہے۔ حضرت مصنف رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اول (یعنی سقوط ادب) محبّت کا اثر اُس وقت ہے جبکہ محبت معرفت پر غالب ہو اور دوسری حالت (یعنی ادب کا اور زیادہ مؤکد ہونا) اُس وقت ہے جبکہ

معرفت محبت پر غالب ہو۔ اور ان دونوں حالتوں کی تطبیق میں اور بھی مختلف اقوال ہیں اور میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ میرا ذوق ہے۔

سفر کے بعض احکام اور آداب کے بیان میں

حضرت استاذ علی خواصؒ فرماتے ہیں کہ طائفہ صوفیہؒ اس بارہ میں مختلف ہیں۔ بعض حضر کو سفر پر ترجیح دیتے ہیں، اور ساری عمر سوائے فرض کے جیسے حج ہے کوئی سفر نہیں کیا اور اکثر عمر اُن کی اقامت و حضر ہی میں گذری جیسے حضرت جنید اور سہل بن عبداللہ اور ابو یزید بسطامی۔ اور ابو حفص وغیرہم اور بعض حضرات نے سفر کو حضر پر ترجیح دی ہے اور اکثر عمر سفر ہی میں گذاری۔ یہانتک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے مثل ابو عبداللہ مغربی اور ابراہیم بن ادہم وغیرہم کے۔ اور بہت سے مشائخ نے زمانہ شباب اور اوائل امر میں سفر اختیار کیا پھر آخر میں سفر ترک کر کے ایک جگہ قیام کر لیا۔ جیسے حضرت ابو عثمان حیریؒ اور شبلیؒ وغیرہ۔ اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ اصول ہیں جن پر انھوں نے اپنے طریقہ کی بناء کی ہے۔ حضرت مصنف دامت فواضلہم فرماتے ہیں کہ اصل شرط اس طریق کی اجتماع خواطر ہے۔ (یعنی خیالات کو ایک مرکز پر جمع کرنا) اور قلب کو مشوش کرنے والے امور سے پرہیز کرنا (اور یہ اجتماع خواطر کسی کو سفر میں حاصل ہوتا ہے کسی کو حضر میں) پس جس کو حضر میں حاصل ہوا اُس نے حضر کو اختیار کیا اور جس کو سفر میں حاصل ہوا اُس نے سفر کو اختیار کر لیا اور جس کو یہ

جمعیت کبھی سفر میں اور کبھی حضر میں حاصل ہوئی اُس نے ہر وقت کے مناسب سفر یا حضر اختیار کر لیا۔ اور حضرت یعقوب سوسیؒ فرماتے ہیں کہ مسافر سفر میں چار چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک علم جو اُس کی اصلاح کرتا رہے (یعنی اُس کو سیدھے راستہ پر چلائے اور کجروی سے بچائے) دوسرے تقوےٰ جو اُس کو ناجائز چیزوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھے تیسرے شوق جو اُس کو اعمال صالحہ پر آمادہ کرے (یعنی انبساط و انشراح جو اُس کو اوراد و معمولات کے پورا کرنے پر آمادہ رکھے اور بوجہ سفر کے اس کے اندر سستی وکسل نہ آنے دے۔ اور چوتھے خلق جو اس کی حفاظت کرے یعنی جس کے سبب اُن لوگوں سے تنگدل اور پریشان نہ ہو جن سے اُس کو ایذا پہنچے)۔ حضرت مصنف دامت فضائلہم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چاروں کا جامع نہ ہو اُس کی حالت کے مناسب یہی ہے کہ وہ سفر چھوڑ دے اور کسی شیخ کی خدمت کو لازم پکڑے جو اس کی تادیب و اصلاح کرے۔

صحبت کے بعض آداب

صحبت تین قسم پر ہے۔ اوّل اُس شخص کے ساتھ جو رتبہ میں تم سے بڑا ہے۔ اور اس شخص کے ساتھ صحبت درحقیقت خدمت ہے۔ دوسرے صحبت اس شخص کے ساتھ جو مرتبہ میں تم سے چھوٹا ہے اور یہ قسم صحبت کی متبوع (یعنی بڑے) پر شفقت و رحمت کو لازم قرار دیتی ہے اور تابع (یعنی چھوٹے) پر موافقت اور تعظیم و احترام کو واجب

کرتی ہے۔ تیسرے ؔ برابر درجہ کے لوگوں کی صحبت ہے اور اُس کا مبنی
ایثار اور عالی ظرفی پر ہے (یعنی مناسب یہ ہے کہ اپنے رفقار کے ساتھ
ایثار اور عالی ظرفی کا معاملہ کرے) پس جو شخص کسی ایسے شیخ کی صحبت
میں رہے جو مرتبہ میں اس سے بڑا ہے تو لائق اُس کے لئے یہ ہے کہ
(اُس کے افعال و اقوال پر) اعتراض نہ کرے (بلکہ) جو کچھ اُس سے
ظاہر ہو اُس کو کسی اچھے محمل پر محمول کرے اور اُس کے احوال کی تصدیق
کرے۔ میں نے منصور بن خلف مغربی سے سنا جبکہ اُن سے ہمارے
بعض رفقاء نے دریافت کیا کہ آپ ابو عثمان مغربی کی صحبت میں
کتنے عرصہ رہے تو اُنھوں نے اُس کو تیز نظر سے دیکھا اور فرمایا کہ میں
اُن کا مصاحب نہیں رہا بلکہ ایک مدت تک اُن کی خدمت میں رہا ہوں۔
اور جبکہ تمہاری صحبت میں کوئی ایسا شخص رہے جو مرتبہ میں تم سے کم ہے
تو اُس کے حقوق صحبت میں خیانت تمہاری جانب سے یہ ہے کہ اُس کی
حالت میں جو نقصان ہو اُس پر اُس کو متنبہ نہ کرو۔ ابو خیر تیناتی نے جعفر
بن محمد بن نصیر کے پاس لکھ کر بھیجا کہ فقرار (یعنی مریدین) کے جاہل رہنے
کا وبال تم لوگوں پر ہے کیونکہ تم لوگوں نے اپنے نفوس کے ساتھ مشغول
ہو کر اُن کی اصلاح کو چھوڑ دیا جس سے وہ جاہل رہ گئے اور جب تم
کسی ایسے شخص کی صحبت میں ہو جو درجہ میں تمہارے برابر ہے تو صحیح
راستہ تمہارے لئے یہ ہے کہ اُس کے عیوب سے چشم پوشی کرو اور جب تک
ممکن ہو اُن کے ہر فعل و قول کو تاویل کر کے کسی اچھے محل پر محمول کر دو

اگر کوئی تاویل نہ ہو سکے تب بھی اپنے نفس کا قصور سمجھو اور اُس کے ساتھ نرمی اور موافقت کا معاملہ کرتے رہو۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق رحؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ احمد بن ابی الحواری نے فرمایا کہ میں نے ابو سلیمان دارانی سے ذکر کیا کہ فلاں شخص کو میرا دل قبول نہیں کرتا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ دل میرا بھی اُس کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن اے احمد شاید یہ آفت خود ہمارے نفس کی ہو کہ ہم چونکہ زمرہ صالحین سے نہیں ہیں اس لئے صالحین سے ہمیں محبت بھی نہیں۔ (مطلب یہ تھا کہ شاید وہ شخص صالح ہو اور ہمارا دل اُس کو اس لئے قبول نہ کرتا ہو کہ ہم صالح نہیں ہیں)۔

اور یوسف بن حسین فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون رحؒ سے دریافت کیا کہ میں کیسے شخص کی صحبت میں رہوں۔ فرمایا اُس کی صحبت میں رہو جس سے تم اپنا کوئی مخفی سے مخفی بھید جس کی خداوند تعالیٰ کو خبر ہے نہ چھپاؤ۔

باب دنیا سے رخصت ہونے کے وقت بزرگوں کے احوال کے بیان میں

استاذ ابو علی رحؒ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کرام رحمہم اللہ تعالےٰ کے حالات بوقت نزع مختلف ہوئے ہیں بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے بعض پر رجاء کا اور بعض پر اس حالت میں ایسی چیزیں (نعماء آخرت یا بشارات) منکشف کردی جاتی ہیں جو اُس کے لئے سکون و اطمینان

کا سبب ہو جاتی ہیں۔

نزع کے وقت بجائے ذکر کے مذکور (ذات حق تعالیٰ) کیطرف متوجہ ہونا

بعض بزرگوں سے حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ تو فرمایا کہ تم کب تک مجھ سے یہ کہتے رہو گے حالانکہ میں حق تعالیٰ ہی کی محبت میں جل بھن رہا ہوں۔ اور بعض لوگوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ممشاد دینوری کی خدمت میں اُن کی وفات کے وقت حاضر تھا اُن سے کہا گیا کہ تم بیماری کو کیسا پاتے ہو۔ فرمایا کہ بیماری سے پوچھو کہ وہ مجھے کیسا پاتی ہے۔ پھر اُن سے عرض کیا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہیئے۔ تو دیوار کی طرف چہرہ پھیر لیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی پوری ہستی کو تیری پوری ہستی کے لئے فنا کر دیا۔ یہی جزا ہے اُس شخص کی جو آپ سے محبت کرے۔

اور ابو محمد دبیلی رح سے وفات کے وقت کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو ہم (خوب) سمجھ چکے ہیں اور اُسی پر فنا ہو رہے ہیں اس کے بعد یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) جب میں اُس کا عاشق ہو گیا تو اُس نے ناز کا لباس پہن لیا۔ اور مجھ سے اعراض کرنے لگا اور اس پر راضی نہیں ہوا کہ میں اُس کا غلام ہوں۔ (یعنی اس کو ادائے حق کے لئے کافی نہیں سمجھا)۔ اور حضرت شبلی رح سے اُن کی وفات کے وقت کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو تو یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ شعر) اُس کی سلطانی محبت نے کہا کہ میں رشوت قبول نہیں کیا کرتا۔ تم اُس

ہے اُسی کی قسم دیکر پوچھو کہ پھر وہ کیوں میرے قتل کے درپے ہے۔ (مطلب شاید یہ ہے کہ عدالت عشق میں رشوت سے تو کام چلتا نہیں کہ اس کے ذریعہ جان بچ سکے اب تم خود سلطان محبت ہی سے دریافت کرو کہ مجھے کس گناہ میں قتل کیا جاتا ہے اور یہ عنوان عاشقانہ ہے اس پر شبہ سوئے ادب کا نہ کیا جائے) حکایت ہے کہ اُن سے یعنی (حضرت ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ سے بوقت وفات) کہا گیا کہ لاالہ الا اللہ کہو۔ انھوں نے فرمایا کہ کیا میں اُسی کے پاس نہیں جارہا ہوں۔ اور ابوعلی روذباری کی حکایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں جنگل میں ایک جوان سے ملا، اُس نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا (میرے) محبوب کے لئے یہ کافی نہ تھا کہ مجھے اپنی محبت میں مشغول و مشغوف کرلیا تھا یہانتک کہ مجھے (ظاہری طور پر بھی) بیمار کردیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ فوراً ہی اُس کا نزع شروع ہوگیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ لاالہ الا اللہ کہو۔ اُس نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) اے وہ ذات کہ میرا بدون اُس کے پناہ نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ مجھے عذاب و تکلیف پہنچائے اور اے وہ ذات کہ جس نے میرے قلب پر ایسا قبضہ کیا ہے کہ اُس کی کوئی حد نہیں ہے۔

اور حضرت جنیدؒ سے (بوقت وفات) کہا گیا کہ لاالہ الا اللہ کہو فرمایا کہ میں اُسے بھولا ہوا نہیں ہوں کہ (از سرنو) یاد کروں۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) وہ (ہر وقت) میرے دل میں

حاضر اور اُس کی آبادی و رونق کا سبب ہے۔ میں اُسے بھول نہیں گیا کہ (از سر نو) یاد کروں۔ نہ ہی میرا آقا اور معتمد ہے اور میرا اُس سے تعلق کا حصہ کامل ہے۔ (قشیریؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے عبداللہؒ بن یوسف اصبہانی سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے ابوالحسن بن عبداللہؒ طرسوسی سے سُنا وہ بواسطہ علویش دینوریؒ حضرت مزینؒ کبیرؒ سے نقل کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ اچانک مجھے (باطن میں) ایک اضطراب پیش آیا۔ میں مدینہ طیبہ کا ارادہ کر کے شہر سے نکلا۔ جب بیر میمونہ کے پاس پہنچا اچانک ایک جوان کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا میں اُس کے پاس گیا دیکھا تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔ میں نے اُس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کی۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ) اگر میں مر رہا ہوں تو کیا حرج ہے کیونکہ عشق الٰہی میرے دل میں بھرا ہوا ہے، اور شریف لوگ عشق ہی کی بیماری سے مرا کرتے ہیں اس کے بعد ایک نعرہ مارا اور انتقال کر گئے۔ میں نے غسل و کفن دیکر نماز جنازہ پڑھی۔ جب دفن سے فارغ ہوا تو میرے قلب کا اضطراب اور سفر کا ارادہ سب ختم ہو گئے میں واپس مکہ معظمہ آگیا۔

ف گویا اللہ تعالےٰ نے وہ تقاضا سفر کا اُس نوجوان کی خدمت کے لئے پیدا کیا تھا۔

لہ مزین محاورہ عربیہ میں خط بنانے والے حجام کو کہا جاتا ہے یہ بزرگ یہی کام کرتے تھے ۱۲ محمد شفیع عفا عنہ

اور میں نے محمد بن عبد اللہ صوفی سے سُنا وہ بواسطہ ابو عبد اللہ بن خفیف نقل کرتے تھے کہ میں نے ابو الحسن مزینؒ سے سُنا کہ جب حضرت ابو یعقوب نہر جوریؒ مرض وفات میں تھے تو میں نے اُن سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ مجھ سے کہہ رہے ہو۔ قسم ہے اُس ذات کی جو ذائقہ موت چکھنے سے بری ہے کہ میرے اور اُس کے درمیان بجز حجاب کبریائی کے اور کوئی حجاب نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی فوراً انتقال فرما گئے۔ ابو الحسن مزینؒ جب اس حکایت کو ذکر کرتے تو رویا کرتے تھے اور اپنی داڑھی پکڑ کر کہا کرتے تھے کہ بڑے شرم کی بات ہے کہ مجھ جیسا ایک حجام اولیاء اللہ کو کلمہ شہادت کی تلقین کرے۔

حضرت جامع رسالہ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ شاید ان حکایات سے کسی کو یہ وہم ہو کہ ان حضرات اکابر نے ذکر اللہ سے اعراض کیا حاشا و کلا۔ بلکہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ یہ حضرات بجائے ذکر الفاظ کے خود ذات مذکور کی طرف متوجہ اور اُس میں محو تھے۔ اور یہ بڑی عالیشان حالت ہے۔ مگر اُس سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی حالت یہ ہے کہ دونوں (یعنی ذکر اور توجہ الی ذات المذکور) کو جمع کرے جیسا کہ اکثر اصحاب مقامات کا یہی حال تھا۔ اور میں نے یہ حکایات متعدد اس لئے ذکر کر دی ہیں کہ متاخرین میں سے بعض بزرگوں کو اسی قسم کا واقعہ پیش آیا جیسا کہ ہمارے شیخ الشیخ کے ایک مرید حضرت شیر خاںؒ کا واقعہ مجھے پہنچا ہے کہ جب اُن کی وفات قریب آئی اور اُن کو ذکر کی تلقین کی گئی تو انھوں نے موافقت نہ کی لوگوں

نے حضرت شیخ کو اطلاع دی وہ تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے، کہا الحمدللہ خیریت سے ہوں لیکن لوگ مجھے ذات مسمی کے شغل سے شغل اسم میں لگانا چاہتے ہیں آپ ان کو منع فرما دیجئے (انتہی) میں نے حضرات سلف کے یہ نظائر اس لئے جمع کر دیئے ہیں تاکہ متاخرین پر بدگمانی نہ کی جاوے۔

معرفتِ الٰہیہ کے بعض آثار

کہا گیا ہے کہ عارف جو کچھ کہتا ہے اُس کا درجہ اُس سے مافوق ہوتا ہے اور (محض) عالم (جو عارف نہ ہو) جو کچھ زبان سے کہتا ہے اُس کا حال اُس سے کم ہوتا ہے۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف جس حال میں ہوتا ہے وہ اکثر ایسا ہے کہ احاطہ تقریر سے باہر ہوتا ہے اس لئے اُس کا حال اپنے قال سے بالاتر ہوتا ہے اور (محض) عالم کے پاس اکثر صرف قال ہوتا ہے جو بدرجہ حال اُسے حاصل نہیں ہوتا اس لئے اُس کا درجہ اپنے قال سے کم رہتا ہے۔

حضرت رویم فرماتے ہیں کہ عارفین کی ریا مریدین کے اخلاص سے افضل ہے۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مراد اس ریاء سے ریاء شرعی نہیں بلکہ محض لغوی ریاء ہے یعنی اپنے عمل کو مریدین کے نفع کے لئے اُن کو دکھلانا اور اُن پر ظاہر کرنا۔ اور اپنے ذاتی نفع کے ساتھ جب دوسروں کی نفع رسانی بھی جمع ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ تنہا اپنے نفس کو نفع پہنچانے سے افضل ہے۔

حضرت جنید سے دریافت کیا گیا کہ عارف کون ہے۔ فرمایا کہ پانی

کا رنگ وہی ہوتا ہے جو اُس برتن کا رنگ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ عارف وہ ہے جو اپنے واردات وحالات کے تابع ہو۔ حضرت جامع رسالہ ادام اللہ تعالیٰ افاضاتہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عارف ابن الوقت (یعنی مغلوب الحال) ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ابوالوقت (یعنے اپنے حال پر قابو یافتہ) ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ وہ ہر حال کے حقوق کی رعایت رکھتا ہے کیونکہ تجلیات و واردات کا ادب بھی ہے کہ اُن کے حقوق کی رعایت کی جاوے۔ نیز حضرت جامع فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دونوں آخری مقولے اپنے شیخ قدس اللہ سرہٗ سے بطور متن سنے تھے۔ پھر میں نے اپنے ذوق سے اُن کی مذکور الصدر شرح کردی ہے اور یہ ذوق بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی کے فیض سے مستفاد ہے۔

عارف پر بکار عین کا غلبہ نہ ہونا

حضرت ابوسعید خرازؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا عارف کسی وقت ایسی حالت پر پہنچ جاتا ہے کہ اُس کو رونا نہ آئے۔ فرمایا ہاں۔ کیونکہ رونا سیر الی اللہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر جب وہ حقائق قرب کی منزل پر مقام کرتے ہیں اور وصول الی اللہ کا ذائقہ اُس کے فضل سے چکھتے ہیں تو اُن سے یہ کیفیت بکار زائل ہوجاتی ہے۔ حضرت جامع دامت فیوضہ فرماتے ہیں کہ اس سے نفس بکار کی نفی منظور نہیں بلکہ غلبۂ بکار کی نفی مقصود ہے اور اُس سے بھی بکار عین کے غلبہ کی نفی مراد ہے بکار قلب کی نہیں۔ پھر یہ بھی اکثری حکم ہے قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ سالکین کی

استعدادیں اقتضاء، احوال میں مختلف ہوتی ہیں۔

بابُ المحبّة

بعض علامات محبت

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ جفار محبوب سے اُس میں کمی نہ آوے اور محبوب کے احسان سے اُس میں زیادتی پیدا ہو حضرت جامع رسالہ (متعنی اللہ من برکاتہ بادفرخط) فرماتے ہیں کہ مرادِ جفاً محبوب سے (اس جگہ) یہ ہے کہ ایسے احسانات میں کمی کردی جاوے جو مذاق نفس کے موافق ہوں۔ اور اُس کے مقابلہ میں احسان محبوب سے مراد احسانات میں زیادتی کرنا ہے۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ حضرت جامع دامت برکاتہم نے جفار کی تفسیر میں الملائم للتفس (یعنی مقتضائے نفس کے مطابق) کی قید سے ایک نہایت اہم اور مفید چیز کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جس چیز کو ہم تقلیل احسان کہتے ہیں درحقیقت وہ بھی تقلیل احسان نہیں بلکہ صرف احسان کا عنوان اور رنگ بدلنا ہے کہ وہ تقاضائے نفسانی کے مطابق نہ رہا اگرچہ اس کی مجموعی حالت کے مطابق وہ ہی تکثیر احسان ہے کہ ؎

خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

اسی کے متعلق ارشاد ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔

اور اسی لئے محققین کا ارشاد ہے کہ ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

اور اسی کو حضرت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے اپنے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

اُس کے آغوشِ غضب میں ہیں ہزاروں رحمت
اُس کے ہر لطف میں ہیں سیکڑوں الطاف وکرم

محبت ومعرفت میں تفاضل

حضرت سمنون رحؒ محبت کو معرفت سے افضل قرار دیتے تھے۔ اور اکثر حضرات معرفت کو محبت سے افضل قرار دیتے ہیں۔ حضرت جامع مدظلہم فرماتے ہیں کہ میرا ذوق یہ ہے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو محبت معرفت سے افضل ہے مگر ثمرات ونتائج کے اعتبار سے معرفت افضل ہے۔

باب الشوق

بعض علاماتِ شوق

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ علامت شوق کی یہ ہے کہ راحتِ اُخروی کے ساتھ موت محبوب ہو۔ حضرت جامع رسالہ فرماتے ہیں کہ جب موت کی وجہ سے تو یہ لوگ اُن محجوبین اور غافلین سے ممتاز ہوجاتے ہیں جو لذت دنیویہ کے انہماک کی وجہ سے موت کو پسند نہیں کرتے۔ اور راحت کی قید سے اُن لوگوں سے امتیاز ہوجاتا ہے جو غلو میں مبتلا ہیں کیونکہ یہ لوگ

اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ خواہ آخرت میں راحت نصیب ہو یا نہ ہو ہمیں بہر حال موت مطلوب و مرغوب ہے۔ اور یہ غلو کی حالت اُن کے سکر کا نتیجہ ہے ورنہ مصیبت آخرت کے برداشت کرنے کی مجال کس کو ہے (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا)

باب قلوبِ مشائخ کے تحفظ کے بیان میں

شیخ کے قلب کو مکدر کرنے کا وبال

میں نے اُستاذ ابو علی دقاقؒ سے سنا ہے کہ ہر افتراق کی ابتداء شیخ کی مخالفت سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے شیخ کی مخالفت کرتا ہے وہ اُس کے طریقہ پر باقی نہیں رہتا اور اُن کے درمیان باطنی علاقہ قطع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مکان میں اجتماع بھی رہے۔ پس جو شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہے پھر اپنے دل سے اُس پر اعتراض کرے تو اُس نے عہد صحبت کو توڑ دیا اور اُس پر توبہ واجب ہوگئی۔ علاوہ اس کے صوفیۂ کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حقوق مشائخ کے خلاف کرنے کی کوئی توبہ معافی نہیں۔ حضرت جامع دامت افاضاتہ فرماتے ہیں کہ وجوب توبہ سے وجوب شرعی مراد نہیں بلکہ اُس خاص شیخ سے نفع حاصل کرنے کے لئے توبہ شرط ہے کیونکہ نفع کی شرط اصل میں انشراح وانبساط ہے اور وہ عادۃً عود نہیں کرتا۔ مگر یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

شیخ کی رضا، و ناراضی کے نتائج اکثر شیخ کی موت کے بعد ظاہر ہوتے ہیں

میں نے شیخ احمد بن یحییٰ الابیوردیؒ سے سُنا ہے کہ جس سے شیخ راضی ہوتا ہے۔ شیخ کی حیات میں اُس کو اس کی جزا نہیں دی جاتی تاکہ اُس کے قلب سے شیخ کی تعظیم کم نہ ہو جاوے۔ جب شیخ کی وفات ہو جاتی ہے اُس وقت اللہ تعالےٰ رضاء شیخ کی جزاء حسن ظاہر فرماتے ہیں۔ اسی طرح جس شخص سے شیخ کا قلب متغیر ہو گیا ہو اُس کا بدلہ بھی اُس کو شیخ کی حیات میں نہیں دیا جاتا تاکہ شیخ اُس پر مہربان نہ ہو جاوے کیونکہ عفو و کرم ان حضرات کی طبیعت میں داخل ہوتا ہے۔ پھر جب شیخ کی وفات ہو جاتی ہے اُس وقت اُس کی ناراضی کا بدلہ چکھتا ہے۔

حضرت جامع دامت فیوضہم فرماتے ہیں کہ یہ ایک عجیب تدقیق ہے کہ بہت کم لوگ اس پر متنبہ ہوتے ہیں لیکن یہ بھی اکثری ہے اور کبھی کبھی اس کے خلاف واقع ہونا بھی ممکن ہے۔ اور حکمت اس مقولہ کی خود اُس کے اندر مذکور ہے۔

احقر مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی ناراضی کا بدلہ اُس کی حیات میں نہ ملنا اس کی حکمت شاید یہ بھی ہو کہ اس شخص کو مہلت دی جاتی ہے کہ اس وقت میں راضی کرے جیسا کہ سیئات کے لکھنے والے فرشتہ کو اعمالنامہ میں گناہ لکھنے سے اُس وقت تک روکا جاتا ہے جب تک اس کے باز آجانے کا احتمال رہتا ہے اور یہ وجہ اقرب الی الرحمۃ الواسعۃ ہے جیسا

کہ وجہ اول اقرب الی التشدید فی حقوق الشیخ ہے۔

باب السماع

سماع کے بارہ میں تفصیل

علامہ قشیری اپنی سند کے ساتھ حضرت جنید سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ سماع اُس شخص کے لئے تو فتنہ ہے جو اس کو طلب کرے اور اُس شخص کے لئے راحت کا سبب ہے جو اس کو (اتفاقی) پالے۔ حضرت جامع دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ طلب کرنے کی مراد یہ ہے کہ خود سماع کا قصد کرے اور (بلا اضطرار باطنی) کے تکلفاً اُس میں مشغول ہو۔ اور مصادفت سے مراد یہ ہے کہ کسی وقت باطنی اضطرار اس کی طرف پیدا ہوجاوے۔

اور حضرت ابو علی روذباری رحؒ سے سماع کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کاش ہم اُس سے برابر سرابر چھوٹ جائیں (یعنی نہ اُس کا کچھ نفع ہو نہ وبال)۔

اور حضرت عبداللہ بن محمد رحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید رحؒ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ سماع سے رغبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اُس میں اب تک آوارگی کا کچھ بقیہ موجود ہے۔

اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحؒ سے سماع کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ جو قلب خوش آوازی کا ارادہ کرتا ہے وہ قلب ضعیف ہے، سماع

سے اُس کی دوا کی جاتی ہے جیسے بچہ جب سونا چاہتا ہے تو (خوش آوازی وغیرہ سے) اُس کی نیند کے لئے تدبیر کی جاتی ہے۔ اور حضرت ابو سلیمانؒ نے یہ بھی فرمایا کہ آواز خوش قلب میں کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتی بلکہ جو کچھ مادہ (خیر یا شر کا) قلب میں مذکور ہوتا ہے اُس کو حرکت دیدیتی ہے۔

اور میں نے اُستاذ ابو علی دقاق سے سُنا ہے کہ ایک مجلس میں ابو عمرو بن نجید اور حضرت نصر آبادی اور چند اور لوگ جمع ہوئے تو نصر آبادی نے فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب قوم جمع ہو تو ایک آدمی کچھ کہے (مراد سماع مباح ہے) اور باقی سب خاموش رہیں یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کی غیبت کریں۔ حضرت ابو عمرو نے فرمایا کہ اگر تم تیس برس تک غیبت کرتے رہو اس کا وبال اس سے کم ہے کہ تم سماع کی حالت میں ایسے آثار اپنے اوپر ظاہر کرو جن کے ساتھ تم درحقیقت متصف نہیں۔

حضرت جامع دامت افاضاتہ فرماتے ہیں کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ غیبت ایک معصیت ظاہرہ ہے جس کو غیبت کرنے والا بھی معصیت سمجھتا ہے۔ اور ایسے حال کا اظہار کرنا جس کے ساتھ درحقیقت متصف نہیں ایک معصیت باطنہ ہے جس کو کرنے والا معصیت ہی نہیں سمجھتا بلکہ بعض اوقات اُس کو کمال اور قرب سمجھتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی معصیت زیادہ شدید اور خوفناک ہے۔

اور کہا گیا کہ بعض حضرات نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ نے فرمایا کہ اس میں (یعنی سماع میں) غلطی زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت جامع رسالہ متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضہ فرماتے ہیں کہ یہ مذکورین حضرات اکابر وہ ہیں جو سماع کے بارہ میں کچھ توسع فرماتے تھے۔ پھر دیکھئے کہ ان حضرات نے اس میں کس قدر تنگی فرمائی اور قیدیں بڑھائی تو اُن حضرات کا حال آپ خود سمجھ سکتے ہیں جو اوّل ہی سے اس میں تنگی کرتے تھے۔ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع کی مضرت بہ نسبت نفع کے زیادہ اور اقرب ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامت اور عزائم امور پر استقامت طلب کرتے ہیں۔

احقر مترجم کہتا ہے کہ اس جگہ مناسب معلوم ہوا کہ اپنے شیخ جامع رسالہ دامت برکاتہم کا وہ مقولہ بھی لکھ دیا جاوے جو چند مرتبہ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے سُنا ہے کہ بڑی بات سماع کے بارے میں قابل نظر یہ ہے کہ تصوف کے سلاسل اربعہ میں سے کسی اہل طریق نے سماع کا معمولات کے طور پر کسی کو امر نہیں فرمایا حالانکہ معمولات مشائخ میں بہت سے وہ اشغال بھی ہیں جو تجربہ سے نافع ہونے کی بناء پر وہ ادا کے درجہ میں جوگیوں سے لے لئے گئے ہیں جیسے حبس دم وغیرہ جیسا کہ غزوہ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کا استعمال اہل فارس کے معمولات سے لیا۔ الغرض اگر سماع کو بطور عادت نافع اور مقصود سمجھا جاتا تو جس طرح دوسرے نافع اشغال و اوراد کی تعلیم کی جاتی ہے اسی طرح اس کی بھی تعلیم ہوتی۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والیہ المتاب فی کل باب۔

تمت

رسالہ کا حصہ اوّل تمام ہوا۔ اسکے بعد حصہ دوم آتا ہے (انشاء اللہ تعالیٰ)

حصّہ دُوم

رُوحِ تصوّف

از طبقاتِ کبریٰ امام شعرانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعض ملفوظات حضرت علیؓ

قبول عمل کا اہتمام کرنے کے بارہ میں

ارشاد فرمایا کہ عمل سے زیادہ اس کا اہتمام کرو کہ وہ عمل مقبول ہو (یعنی سنّت کے مطابق کر کے اُس کو قبولیت کے لائق بناؤ) کیونکہ تقویٰ و اخلاص کے ساتھ کوئی ادنیٰ عمل بھی قلیل نہیں رہتا اور جو عمل اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول ہو اُس کو قلیل کیسے کہہ سکتے ہیں۔

ملفوظات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

راستہ میں کسی بزرگ کے ساتھ چلنے کے متعلق

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے چند آدمی ساتھ ہولئے تو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو کوئی کام ہے۔ عرض کیا گیا کہ نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو آپ سب لوٹ جائیے۔ کیونکہ اس طرح ساتھ چلنا پیچھے چلنے والے کی ذلت اور جس کے ساتھ چلتے ہیں اُس کے فتنہ کا (یعنی تکبر میں مبتلا ہوجانے کا) سبب ہے۔

اجتہاد فی العمل سے زہد راجح ہے

آپ نے اپنے اصحاب کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم لوگ کثرتِ نوافل اور مجاہدات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کرتے ہو۔ اور اُن کا حال یہ تھا کہ وہ دنیا سے اعراض اور آخرت کی طرف رغبت میں تم سے زیادہ تھے (خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کے اعمال کا افضل ہونا تو مسلم ہے۔ مگر اُن کا اصل عمل کثرت نوافل ومجاہدات نہ تھا۔ بلکہ ترکِ دنیا اور فکرِ آخرت تھا۔ معلوم ہوا کہ اجتہاد فی العمل پر زہد کو ترجیح ہے)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ارشادات

عمل بد سے بغض ہونا چاہیئے نہ کہ اُس کے عامل سے

ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس گناہ کو تو مبغوض سمجھو مگر اس مسلمان سے بغض نہ رکھو۔ جب وہ یہ گناہ چھوڑ دے وہ تمہارا بھائی ہے۔ اسی مضمون کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی مسلمان کی کسی وقت حالت بدل جائے اور کج روی اختیار کرے تو اس کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑو کیونکہ بھائی اگر ایک وقت کج روی کرتا ہے تو دوسرے وقت سیدھا بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہی مذہب تھا حضرت عمر بن خطاب رضؓ اور نخعی اور ایک جماعت علماء سلف کا کہ گناہ سرزد ہونے کی وجہ سے مسلمان بھائی سے قطع تعلق نہ کرتے تھے۔ اور یہ حضرات فرماتے تھے کہ عالم کی لغزش کو کہتے نہ پھرو۔ کیونکہ عالم کی شان یہ ہے کہ اُس سے کسی وقت لغزش ہو جاتی ہے تو دوسرے وقت اُس سے باز آجاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ارشادات

دنیا کے ساتھ بدن سے طو نہ کہ دل سے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو صرف بدن سے دنیا کے ساتھ رہ اور دل سے اُس سے علیحدہ

رہ (یعنی دل حق تعالےٰ کے ساتھ رہے اور دنیا تیرا دلی مقصود نہ بن جائے ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ کے ارشادات

بقدر حاجت دنیا حاصل کرنے کا خیر ہونا

آپ نے فرمایا کہ تم میں سے وہ لوگ زیادہ بہتر نہیں ہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو بالکل چھوڑ دیں بلکہ زیادہ بہتر وہ ہیں جو دونوں کو (اپنے اپنے درجہ کے موافق) حاصل کرتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ارشادات

بیماری کی فضیلت

آپ نے فرمایا کہ مرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں ریار و شہرت کا دخل نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تو ثواب محض ہے ۔

حضرت عبداللہ ابن عبّاس کے ارشادات

عقل کا گم ہوجانا

فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اُن کی عقلیں اُٹھالی جائیں گی ۔ یہاں تک کہ ہزاروں میں ایک آدمی بھی عقلمند نظر نہ آئے گا

حضرت حسن رضؓ کے ارشادات

علم کی تحصیل اور حفاظت کے متعلق

حضرت حسن رضی اللہ عنہ

اپنے صاجزادوں اور بھتیجوں سے فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو۔ اور اگر تم میں اس کی قدرت نہ ہو تو کم از کم اُس کو لکھ لو اور اپنے گھروں میں رکھو (تاکہ دوسروں کو نفع پہنچے اور اپنے لئے بھی سبب تذکیر ہو)۔

حضرت حسین رضؓ کے ارشادات

اہل حاجت سے دل تنگ نہ ہونے کے بارہ میں

فرمایا کہ لوگوں کی حاجتیں تمہارے سے متعلق ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ تم ان نعمتوں سے دل تنگ نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نعمتیں مصیبتوں سے بدل جائیں۔

حضرت حسن بصریؒ کے ارشادات

وساوس شیطانیہ اور خطرات نفسانیہ میں فرق

ارشاد فرمایا کہ جو وسوسہ (کسی معصیت کا) دفعۃً دل میں واقع ہو (اور بار بار اُسی معصیت کا تقاضا نہ ہو) تو وہ ابلیس کی طرف سے ہے۔ اور اگر ایک ہی معصیت کا تقاضا قلب میں بار بار پیدا ہو تو وہ نفس کی طرف سے ہے سو اُس کا علاج یہ ہے کہ صوم و صلوٰۃ اور مجاہدات سے اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ ف۔ وجہ یہ ہے کہ شیطان لعین کی غرض تو صرف یہ ہے کہ بندہ کسی معصیت میں مبتلا ہو جائے۔ اگر ایک معصیت کے خیال کو دفع کر دیا تو دوسری کسی معصیت

کا وسوسہ ڈالنے میں بھی اُس کا مقصد حاصل ہے اُسی ایک معصیت کے درپے ہونے کی اُس کو ضرورت نہیں۔ بخلاف نفس کے کہ وہ اپنی ایک خواہش پوری کرنے کے درپے ہے۔ جب تک وہ پوری نہ ہوگی یا مجاہدات سے اُس کا مقابلہ نہ کیا جائے گا اُسکا تقاضا جاری رہے گا۔

کلام سے پہلے اُس کے نتائج کو سوچ لینا

ارشاد فرمایا کہ سلف صالح فرمایا کرتے تھے کہ عقلمند کی زبان اُس کے قلب کے پیچھے ہے۔ جب وہ کچھ بولنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے اگر اُس میں کچھ نفع دیکھتا ہے تو بولتا ہے ورنہ رُک جاتا ہے۔ اور جاہل کا قلب اُس کی زبان کی نوک پر ہے وہ اپنے قلب کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ بلکہ جو زبان پر آتا ہے کہہ ڈالتا ہے۔

حضرت سعید ابن مسیب رحؒ کے ارشادات

بقدر ضرورت دنیا کا جمع کرنا مصلحت ہے

ارشاد فرمایا کہ اُس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو اس قدر دنیا کو جمع نہ کرے جس کے ذریعہ وہ اپنا دین بچا سکے اور اپنے جسم کی حفاظت کر سکے اور صلہ رحمی کر سکے۔

عورتوں کے معاملہ میں احتیاط اگرچہ کوئی شخص بوڑھا ہی ہو

ارشاد فرمایا کہ میرے لئے کوئی چیز عورتوں سے زیادہ خطرناک

نہیں ہے۔ حالانکہ آپ کی عمر اس وقت چوراسی سال کی تھی۔

حضرت محمدؓ بن حنفیہ کے ارشادات

بدسلوکی کے باوجود حُسن سلوک

فرمایا کہ وہ آدمی عقلمند نہیں جو اُس شخص کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کرے جس کی معاشرت وصحبت پر مجبور ہے۔ یہانتک کہ حق تعالیٰ اس کے لئے (اُس کی معاشرت سے) نجات کا کوئی راستہ نکال دے۔

حضرت علی زین العابدین ابن حسین کے ارشادات

اعلیٰ درجہ کا اخلاص

احرار (یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کے عبد کامل اور غیر اللہ سے بے نیاز ہیں اُن) کی عبادت حق تعالیٰ کی شکر گذاری کے لئے ہوتی ہے نہ کہ (دوزخ کے) خوف یا (جنّت کی) رغبت کے لئے **ف**۔ یہ نہیں کہ اُن کو دوزخ کا خوف یا جنت کی رغبت نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی عبادت اس خوف وطمع سے نہیں ہوتی۔

حضرت مطرف ابن عبداللہ بن شخیرؒ کے ارشادات

ندامت کا خود پسندی سے بہتر ہونا

فرمایا کہ میرے نزدیک

بہ نسبت اس کے کہ میں رات کو سوتے ہوئے گزار دوں اور دن کو ندامت سے (روتے ہوئے) بہ نسبت اس کے کہ رات نماز میں گزاروں اور دن کو (اس پر) ناز میں

ایک دقیق تواضع

فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ آپ ہم سے راضی ہو جائیے اور اگر راضی نہیں ہوئے تو ہماری خطائیں معاف فرما دیجئے. کیونکہ بسا اوقات آقا اپنے غلام کی خطا معاف کر دیتا ہے. حالانکہ وہ اُس سے ناراض ہے۔

حقوق کی رعایت اخلاص کے منافی نہیں

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص کسی کے جنازہ میں اس لئے شریک ہوتا ہے کہ اولیائے میت سے شرمندگی نہ ہو (یعنی زندوں کے لحاظ سے) کیا اُس کو کچھ ثواب بھی ملتا ہے۔ فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام ابن سیرینؒ کی یہ رائے ہے کہ اُس کو دو۲ اجر ملیں گے۔ ایک تو اپنے بھائی مسلمان کے جنازہ کی نماز کا۔ اور دوسرا اولیائے میت کی خاطر سے جنازہ کی ساتھ چلنے کا۔

امام محمد بن سیرین کے ارشادات

راستہ میں کسی کو اپنے ساتھ نہ چلنے دینا

امام موصوف کسی کو راستہ میں ساتھ نہ چلنے دیتے تھے۔ (بلکہ) فرما دیتے تھے کہ اگر تمہیں مجھ سے

کوئی کام نہیں ہے تو لوٹ جاؤ۔

بیداری کی حالت درست ہو تو خواب مضر نہیں

جب آپ سے کسی (تشویشناک) خواب کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ بیداری میں خدا تعالیٰ سے ڈرو تو جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے تمہیں اُس سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

ف بعضے لوگ بُرے خواب سے مردود ہونے کے شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس میں ان کے خیال کی اصلاح ہے۔

ایک دقیق ادب

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے۔ آپ میرے لئے مباح کر دیجئے (مراد معافی ہے مگر اُس کے لئے باعتبار محاورہ کے یہ لفظ استعمال کیا)۔ فرمایا کہ کسی مسکین کی آبروریزی جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کیا۔ میں اُس کے حلال کرنے کو کیسے پسند کر سکتا ہوں۔ البتہ (دعاء کرتا ہوں کہ) اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرما دے۔ ف۔ مطلب یہ کہ لفظ موہم کا استعمال نہ کرو)۔

حضرت یونس بن عبید کا ارشاد

ہر عمل کو اپنے درجہ پر رکھنے کے متعلق

فرمایا کہ اس اُمت میں نہ خالص ریاء

کسی سے صادر ہوتی ہے اور نہ خالص کبر۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیسے۔ فرمایا کہ سجدہ کے ساتھ کبر (خالص) جمع نہیں ہوسکتا۔ اور توحید کے ساتھ ریاء (محض) جمع نہیں ہوتی۔ ف۔ مطلب یہ کہ سجدہ اعلیٰ درجہ کی تواضع ہے۔ اور توحید اعلیٰ درجہ کا اخلاص تو ان کے عامل کو کامل متکبر اور کامل ریاء کار نہیں کہہ سکتے۔

حضرت محمد بن واسع رح کا ارشاد

(جب کلام میں کسی ناپسندیدہ بات کا وہم ہو تو سکوت بہتر ہونا)۔ امام موصوف کمبل پوش تھے۔ ایک روز حضرت قتیبہ بن سعید رح کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے فرمایا کہ تم نے کمبل کیوں پہنا ہے۔ محمد بن واسع خاموش رہے۔ حضرت قتیبہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔ عرض کیا کہ میں (اس کے جواب میں) اگر یہ کہوں کہ میں زاہد ہوں تو خود ستائی اور اپنی پاکی باطنی کا اظہار ہے۔ اور اگر یہ کہوں کہ فقیر و مسکین ہوں تو اپنے پروردگار کی شکایت ہوتی ہے۔ (اس لئے خاموش ہوں)۔

ف کیونکہ اگر یہ کہوں کہ اور کچھ میسر نہ تھا تو اظہار فقر ہے اور اگر کہوں کہ وسعت ہوتے ہوتے پہنا ہے تو اظہار زہد ہے اور دونوں کا اظہار ناپسندیدہ ہے اور خود پہننا موہم نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ خلو ذہن کے ساتھ پہنا ہو۔ اور خلو ذہن کا جواب دینے میں شبہ ہے کذب کا کہ یہ ممکن ہے کہ ذہن میں کسی درجہ میں داعی مذکور ہو۔

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ کا ارشاد

(دوبارہ معصیت کی طرف نہ لوٹنے میں حق تعالیٰ پر توکل چاہیئے) ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر لوں کہ اب کبھی گناہ نہ کروں گا (تو یہ کیسا ہے)۔

فرمایا کہ اس صورت میں تو تجھ سے زیادہ کوئی مجرم نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم کھاتا ہے (کیونکہ عہد و میثاق قسم ہی ہے) کہ وہ تیرے بارہ میں اپنا حکم ازلی جاری نہ فرمائیں۔ ف۔ حاصل یہ ہے کہ ایسا عہد کرنا ایک قسم کے دعوے کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہ کریں گے۔ کیونکہ اس کا احتمال ہوتے ہوئے عہد کے موافق کیسے وقوع ہوگا حالانکہ حق تعالیٰ کی مشیت کا کسی کو علم نہیں۔ تو اس حالت میں اپنے نفس پر ایسا اعتماد کس طرح ہو سکتا ہے بلکہ ادب یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے کہ وہ میری حفاظت فرمائیں اور معصیت کی طرف عود ہونے نہ دیں۔

اصحاب و احباب کم رکھنے کے بارہ میں

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کی کثرت سے بچو کیونکہ جب زیادہ ہوں گے تو تم اُن کے حقوق واجبہ ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ گے۔ اور بعض اوقات میں تو ایک شخص کا حق واجب بھی ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ ف۔ اصحاب کا لفظ عام ہے شاگرد مرید کو بھی کہا جاتا ہے اور دوست احباب کو بھی۔ اور حکم بھی دونوں کا یکساں ہے۔ اور اس میں افادہ سے ممانعت نہیں بلکہ خصوصیت کا

تعلق رکھنے سے ممانعت ہے۔

حضرت عبیدہ بن عمیرؒ کا ارشاد

تقلیل دنیا کی حد مسنون آپ فرماتے تھے کہ دنیا سے علاقہ کم رکھنے والے کی حد یہ ہے کہ اس درجہ کو پہنچ جائے کہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

حضرت عطاء بن رباحؒ کے بعض حالات

کسی کی بات سننے کا ادب آپ کی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کو کوئی ایسی روایت وحکایت سناتا جو آپ کو پہلے سے معلوم تھی تو اس طرح توجہ سے سنتے تھے کہ گویا ان کو بالکل معلوم نہیں۔ تاکہ کہنے والا شرمندہ نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن وہب بن منبہ کے ارشادات

شرافت اور ذالت کے بعض آثار) آپ فرماتے تھے کہ شریف آدمی جب علم پڑھتا ہے تو متواضع (منکسر مزاج) ہو جاتا ہے۔ اور رذیل آدمی علم پڑھ لیتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔

فقر کے بعض آثار فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص فقیر ومفلس ہو جاتا ہے تو (عادت اکثریہ یہ ہے کہ) اس کا دین بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور عمل سست ہو جاتا ہے اور وقار جاتا رہتا ہے اور لوگ اُس کو ذلیل سمجھتے ہیں۔ **ف** یعنی فقر وافلاس

پر بعض اوقات ضعف تحمل کے سبب یہ ناگوار حالات مرتب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں تو یہ ارشاد ہے کہ فقر بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و افلاس سے پناہ مانگی ہے۔ اور جن روایات حدیث میں فقر کے فضائل مذکور ہیں وہ اُس صورت میں ہیں جبکہ فقر پر صبر و تحمل کر سکے اور اس کے لئے اس قسم کے ناگوار حالات پیش نہ آویں۔ اور بعض روایات حدیث میں جو مسکین ہو کر رہنے کی دعاء فرمائی گئی ہے۔ مُراد اُس سے مسکینوں کی طرح زندگی گذارنا ہے لوگوں کا دست نگر و محتاج بننا مراد نہیں۔ (احقر مترجم)

حضرت ابراہیم تیمی کے بعض حالات

بغیر غذاء کے زمانہ دراز تک قائم رہنا

امام اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم تیمی رح سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ ایک ایک مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے، فرمایا کہ ہاں بلکہ دو مہینے تک بھی چنانچہ اس وقت بھی چالیس روز سے کچھ نہیں کھایا! صرف ایک دانہ انگور کا مجھے میرے اہل نے دیا تھا جس کو مُنہ میں رکھ لیا تھا پھر فوراً پھینک دیا۔ **ف**. کثرت ذکر و فکر میں یہ طبعی خاصیت ہے اور اگر احیاناً طبعی حد سے بڑھ جاوے تو وہ کرامت میں داخل ہے اور اس کے اظہار پر شبہ نہ کیا جاوے کسی مصلحت و بنیہ سے ظاہر کر دینا یا بلا مصلحت بھی اپنے مخصوصین سے ظاہر کر دینا کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ

اُس میں کوئی فتنہ نہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی رح کے ارشادات

مرض کے ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

فرمایا کہ جب کسی مریض سے پوچھا جائے کہ کیسا مزاج ہے تو اوّل یہ کہے کہ خیریت ہے اور پھر جو کچھ تکلیف ہو وہ بیان کردے۔ ف۔ وجہ یہ ہے کہ انسان کیسی ہی تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو اُس وقت بھی حق تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں اور راحتیں اُس کو حاصل ہوتی ہیں۔ تو یہ بے انصافی اور ناشکری ہے کہ تکلیف و مرض کو تو ذکر کرے اور نعمت و راحت کو ذکر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی عبدیت کے خلاف ہے کہ مرض اور تکلیف کا اظہار بالکل نہ کرے۔ اس میں ایک قسم کا دعویٰ ہے قوت کا۔ حضرات سلف کو حق تعالیٰ نے جامعیت عطا فرمائی تھی کہ ہر وقت ہر حالت کے حدود اور حقوق کی رعایت فرماتے تھے۔ اسی لئے مرض و تکلیف میں بھی موجودہ نعمتوں اور راحتوں کا شکر اوّل ادا کرنے کی اور پھر مرض و تکلیف کا ذکر کرنے کی تعلیم دی۔

آفات علم سے بچنے کے بیان میں

فرماتے تھے کہ (علم کی آفات پر نظر ہوتی ہے تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ) کاش میں نے کبھی علمی مباحث میں گفتگو نہ کی ہوتی۔ اور وہ زمانہ جس میں مجھ جیسا آدمی فقیہ قرار دیا گیا۔ بُرا زمانہ ہے۔

ایک خاص شانِ تقویٰ

آپ جب کوئی سواری کا جانور کرایہ پر لیتے تھے تو اگر اتفاقاً آپ کا کوڑا کہیں اگر گیا اور اُس کے اٹھانے کے لیے چند قدم پیچھے لوٹنا پڑا تو جانور پر سوار ہو کر نہ لوٹتے تھے بلکہ سواری سے اُتر کر اُس کو وہیں ٹھیرا کر پیادہ چلتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ جانور کے مالک سے آگے جانے کا کرایہ ٹھیرایا ہے پیچھے لوٹنے کا کرایہ نہیں ٹھیرا۔ اس لئے سوار ہو کر پیچھے لوٹنا حق کے خلاف ہے۔

حضرت عون بن عون بن عبداللہ ابن عتبہ کے ارشادات

اہل مجلس کی مصلحت کی رعایت

آپ کی عادت تھی کہ کبھی اعلیٰ قسم کا لباس پہنتے تھے اور کبھی معمولی اُون کا لباس۔ آپ سے اس کی مصلحت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں کبھی کبھی اعلیٰ قسم کا لباس اس لئے پہنتا ہوں کہ شان و شوکت والے آدمی میرے پاس آنے اور علمی استفادہ کرنے سے محجوب و شرمندہ نہ ہوں اور کبھی معمولی لباس پہنتا ہوں تاکہ مساکین مرعوب نہ ہوں اور میرے پاس بیٹھنے سے اُن کو ہیبت نہ ہو۔

سعید بن جبیرؒ کے ارشادات

بعض عوارض کے سبب نہی عن المنکر سے رُک جانا

فرماتے تھے

کہ (بعض اوقات) میں کسی شخص کو کسی معصیت کی حالت میں دیکھتا ہوں مگر اُس کو منع کرتا ہوا شرماتا ہوں کہ میں اپنے نفس کو حقیر سمجھتا ہوں (کہ میں اس لائق کہاں ہوں کہ خود ہزاروں عیوب میں مبتلا ہو کر اپنے سے اچھے آدمی پر حکم چلاؤں) **ف**۔ کسی ایسی حالت کا غلبہ عذر ہو سکتا ہے لیکن امر اصلی یہی ہے کہ استحضار تواضع کے ساتھ نصیحت ترک نہ کرے۔

اصل حقیقت ذکر کی کیا ہے

فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہو وہ ذاکر ہے اور جو نافرمانی کرے وہ ذاکر نہیں اگرچہ تسبیحات اور تلاوت قرآن کی کثرت کرتا ہو۔ **ف**۔ یہ مراد نہیں کہ اس حالت میں یہ بیکار ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعظم مطلوب اطاعت ہے اُس کے ہوتے ہوئے اوراد کی تقلیل مضر نہیں اور اُس کے نہ ہونے ہوئے اوراد کی تکثیر زیادہ نافع نہیں۔

آفاتِ علم سے بچنے کے متعلق

(جب علماء کی ذمہ داریوں کا خیال آتا اور خشیت کا غلبہ ہوتا تھا تو) فرماتے تھے کہ کاش میں علم نہ سیکھتا۔ اور کاش میں دنیا سے برابر سرابر نکل جاؤں کہ مجھے اس علمی خدمت کا نہ کوئی ثواب ملے اور نہ عذاب ہو۔
ف اس سے وہ علم مستثنیٰ ہے جو ان پر عمل کے لئے ضروری ہے تبلیغی علم مراد ہے۔

؏ یہی مضمون اوپر بھی قریباً آیا ہے ۱۲

حضرت ماہان بن قیس کے ارشادات

ظاہر پر باطن کی ترجیح | آپ سے حضرات صوفیہ کے اعمال کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اور کس قدر تھے۔ فرمایا کہ اُن کے اعمال قلیل تھے۔ (مگر) قلوب (رذائل سے) پاک تھے۔ (اس لیے وہ قلیل بھی ہمارے کثیر سے افضل و اعلیٰ تھے)۔

حضرت طلحہ بن مصرف رح کے بعض حالات

لوگوں کے عظیم سمجھنے کا علاج | آپ کی عادت تھی کہ جب لوگ آپ کو آپ کے ہمعصروں میں کسی سے بڑا اور افضل کہتے تو آپ اُس کی مجلس میں حاضر ہو کر اُس سے کوئی کتاب پڑھ لیتے تھے اور شاگردانہ اُس کی مجلس میں بیٹھتے تھے تاکہ لوگوں کا خیال زائل ہو جائے کہ آپ اُس سے اعلم و افضل ہیں۔

حضرت اویس خولانی رح کے بعض حالات

اپنے نفس کو تکلیف پہنچا کر سزا دینا | اگر کبھی آپ کو اعمال میں سستی ہو جاتی تھی تو اپنی پنڈلیوں پر کوڑے مارتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمر اوزاعی رح کے بعض حالات

حیوانات پر رحم و شفقت | آپ صحرائی شکار کو اُس زمانہ میں پسند نہ

کرتے تھے جس میں جانور بچے نکالتے ہیں۔ (کیونکہ اگر ماں شکار کرلی گئی تو بچے برباد ہوں گے اور بچے شکار کر لئے گئے تو ماں پر مصیبت ہوگی)

حضرت حسان بن عطبہؒ کے بعض حالات

کسی خاص وقت میں خلوت کی عادت ڈالنا آپ کی عادت تھی کہ جب عصر کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے ایک گوشہ میں علیحدہ بیٹھ کر غروب تک ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت عبدالواحد بن زیدؒ کے ارشادات

غیر اختیاری حالات میں تمنا کا قطع کرنا فرماتے تھے کہ بندہ کا سب سے بہتر حال یہ ہے کہ قضا الٰہی کی موافقت کرے اگر حق تعالیٰ اس کو اپنی اطاعت کے لئے دنیا میں باقی رکھیں تو اس پر راضی ہو اور اگر وفات دیدیں تو خوشی سے اس پر راضی ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ کوئی ہجر برا اور نہ وصال اچھا ہے
یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

عارف شیرازی فرماتے ہیں۔ ؎
فراق و وصال چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش
چوں کشاید چابک و برجستہ باش

حضرت سفیان ثوریؒ کے ارشادات

طالب علم کے لئے ظاہری غنا کی حکمت

آپ فرماتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ طالب علم کے پاس بقدر کفایت مال موجود ہو کیونکہ اگر وہ دوسروں کا محتاج اور ذلیل ہوتا ہے تو طرح طرح آفتیں اور لوگوں کے طعن و تشنیع بہت تیزی سے اُس کی طرف چلتے ہیں۔

ضرورت کے لئے مرض کا اظہار صبر کے منافی نہیں

آپ فرماتے تھے کہ مریض اگر (ضرورت سے) اپنے کسی عزیز سے اپنی تکلیف بیان کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں (جو مذموم ہو)۔

معاش کی سہولت و فراخی حاصل کرنا

آپ کا ارشاد ہے کہ جب تم کو یہ خبر ملے کہ فلاں بستی میں اشیاء کی ارزانی اور معاش کی سہولت ہے (اگر ضرورت سمجھو) تو وہاں پہنچ جاؤ۔ کیونکہ وہاں کی سکونت تمہارے قلب اور دین کے لئے زیادہ اسلم و بہتر ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی طرف محتاج ہونے

سے مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں دس ہزار دینار کا ذخیرہ اپنے پیچھے چھوڑ جاؤں اور قیامت میں مجھ سے اُن کا حساب وکتاب بھی ہو۔ کیونکہ پہلے زمانہ میں تو مال ناپسندیدہ چیز سمجھی جاتی تھی۔ مگر آج کل تو وہ مسلمان کے لیے ڈھال ہے جو اُس کو سلاطین و امراء کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔

احسان جتانے والے کا ہدیہ واپس کرنا

آپ کو کوئی ہدیہ دیا جاتا تو آپ واپس فرمادیتے تھے (یعنی اُس شخص کا ہدیہ جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ یہ ہدیہ دیکر فخر کرے گا اور احسان جتائے گا) اور (اس قید کی دلیل حضرت سفیان کا یہ ارشاد ہے کہ) فرماتے تھے اگر میں یہ جانتا کہ یہ لوگ اپنے ہدایا پر فخر اور احسان نہ جتائیں گے تو میں ان کے عطیات قبول کرلیتا۔

مداہنت کی ایک علامت

فرماتے تھے کہ دوستوں کی کثرت دین کے ضعف (یعنی امر بالمعروف میں مداہنت) کی علامت ہے۔ ف۔ کیونکہ جو شخص دین کے معاملہ میں روک ٹوک کرتا رہتا ہے لوگ اُس سے ناراض ہوجاتے ہیں اُس کے دوست زیادہ نہیں ہوسکتے۔

بعض اوقات میں لوگوں سے قطع نظر کرکے صرف اپنی فکر میں لگنا بہتر ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں صرف اپنے دین کی حفاظت

کی فکر چاہیئے دوسروں (کی اصلاح کی فکر میں پڑنا فضول ہے اُن) کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے (احقر مترجم کہتا ہے کہ مراد اس سے وہ وقت ہے جبکہ تجربے سے یہ ثابت ہو جاوے کہ وعظ و نصیحت بالکل مفید نہیں ہوتی۔

بعض اعمال پر حق عیال مقدم ہے

آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص اپنے عیال کے لئے کسب کرتا ہے اب اگر وہ جماعت نماز کا اہتمام کرے تو معاش کی ضرورت فوت ہو جاتی ہے اُس کو کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا کہ بقدر ضرورت معاش حاصل کرے اگر جماعت فوت ہو جاوے تو تنہا نماز ادا کرے۔ **ف**۔ مراد واقعی مجبوری ہے نہ کہ نفس کی تراشی ہوئی۔

اہل بدعت اور گمراہ لوگوں کے خیالات بلا ضرورت نقل کرنا مضر ہے

آپ فرماتے تھے کہ اگر کسی بدعت و گمراہی کی بات سنو تو اپنے اصحاب سے اُس کو نقل نہ کرو اور اُس کو اُن کے دنوں میں نہ ڈالو (کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے قلوب میں اس سے کوئی شبہ پیدا ہو جاوے)۔

امام شافعی رحؒ کے ارشادات

اپنی طرف علم کی نسبت کرنے کی آفت سے اجتناب

ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مخلوق مجھ سے علم دین حاصل کرے مگر ایک حرف کی نسبت

میری طرف نہ کرے (کیونکہ نسبت کی وجہ سے انسان طرح طرح کی ظاہری و باطنی آفتوں کا مرکز بن جاتا ہے)۔

عالم کے لئے اوراد کی ضرورت

فرمایا کہ عالم کے لئے کوئی ایسا ورد (وظیفہ) بھی ہونا چاہیئے جو خاص اُس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہو۔ (مخلوق کا اُس سے تعلق نہ ہو مطلب یہ ہے کہ افادہ علم اگرچہ عبادت ہے مگر بواسطہ مخلوق تو عالم کو چاہیئے کہ کوئی نفلی عبادت بلاواسطہ بھی اختیار کرے۔ کیونکہ ہر قسم کی عبادت کے خواص و انوار جُدا ہیں اُس کو کسی قسم سے محروم نہ ہونا چاہیئے

لوگوں کی ساتھ خلط ملط اور اُن سے انقطاع دونوں میں اعتدال

ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی ساتھ بے تکلفی (اور ہنسی دل لگی) اس کا سبب ہے کہ بُرے دوست جمع ہو جاویں۔ اور ان سے بالکلیہ انقباض و انقطاع اُن کی عداوت کا سبب ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ بہت بے تکلفی اور بالکل انقطاع کے درمیان کی حالت اختیار کرے۔

بے حسی اور سخت دلی کی مذمّت

فرمایا کہ جس شخص کو غصّہ دلایا جاوے (یعنی اس کی ساتھ ایسا معاملہ کیا جاوے جو عادۃً ناراضی کا سبب ہوتا ہے)۔ پھر وہ غصّہ نہ ہو تو وہ گدھا ہے (کیونکہ یہ علامت بے غیرتی اور بے حسی کی ہے) اور جس شخص کو راضی کیا جاوے (یعنی عذر معذرت کر کے راضی کرنے کی

کوشش کی جاوے) اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔

حضرت امام مالکؒ کے ارشادات

علم کی حقیقت ارشاد فرمایا کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ (حقیقی) علم ایک نور ہے جو حق تعالیٰ انسان کے قلب میں ڈال دیتا ہے۔

علم کو ذلت سے بچانا فرماتے تھے کہ عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے سامنے علم و نصیحت کی بات کہے جو اس کی بات نہ مانیں کیونکہ یہ اس کی ذلت اور علم کی اہانت ہے۔ (حضرت مصنّف مدظلہم فرماتے ہیں کہ ضروریات کی تبلیغ اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ بہرحال ضروری ہے کوئی سنے یا نہ سنے اور مانے یا نہ مانے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تبلیغ کفار کے معاملہ میں معروف و مشہور ہے۔)

امام ابو حنیفہؒ کے ارشادات

بزرگوں کے ادب میں دقت نظری امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ میں سے کون افضل ہیں۔ فرمایا کہ بخدا ہم تو ان لوگوں کا نام لینے کے بھی قابل نہیں اُن میں تفاضل تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے بعض حالات و مقامات

راستہ میں کسی کیساتھ چلنے کا بار خاطر ہونا۔ طبعاً یا از روئے تواضع آپ کی عادت تھی کہ جب کہیں جاتے تو کسی کو اپنے ساتھ نہیں چلنے دیتے تھے۔ (خواہ اس وجہ سے کہ بوجہ لطافت طبع کے بلا ضرورت کسی کا ساتھ چلنا بارِ خاطر تھا یا تواضع کی وجہ سے یہ ناپسند تھا)

بقدر ضرورت طلب دنیا کی اجازت۔ فرماتے تھے کہ بقدرِ ضرورت دنیا کو طلب کرنا حبِ دنیا میں داخل نہیں۔

حضرت مسعر بن کدامؒ کے بعض حالات و مقامات

ایذا کی چیزوں سے متاثر ہونا بزرگی و ولایت کے خلاف نہیں آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ لوگ آپ کو آپ کے عیوب پر متنبہ کر دیا کریں۔ فرمایا کہ ہاں اگر خیر خواہی سے مطلع کرے تو مجھے پسند ہے۔ اور اگر میری تحقیر و تنقیص کی غرض سے کرے تو پسند نہیں۔

مرض کا اظہار ضرورت کے لئے جائز ہے فرماتے تھے کہ عارف اگر طبیب سے اپنا مرض بیان کرے تو یہ اپنے مالک کا شکوہ نہیں۔ بلکہ اس کا اظہار

ہے کہ حق تعالیٰ مجھ پر ہر طرح قادر و متصرّف ہے (اور میں اُس کے سامنے عاجز و مجبور)

دنیا کے لئے درس حدیث اور فتوے کا عذابِ شدید جب کوئی آپ کو ایذاء پہنچاتا تھا تو اُس کو یہ بد دعاء دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو محدث یا مفتی بنادے (مراد وہ ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کر دیا گیا ہے یعنی ایسا محدث و مفتی جو محض دنیا کے لئے یہ کام کرے۔ ورنہ محدّث و مفتی کے فضائل روایات میں بکثرت موجود ہیں)۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے بعض حالات و مقالات

لوگوں کی خدمت مجاہدہ سے زیادہ بہتر ہے آپ کے سامنے حضرت یوسف بن اسباطؒ کی کثرت عبادت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ایسے لوگوں کا نام لیا کہ اُن کے نام کی برکت سے شفاء حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگر سارے مسلمان انھیں کا طرزِ عمل اختیار کریں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی (دوسری) سنّتوں اور مریضوں کی عیادت اور جنازہ کی نماز اور اسی قسم کی دوسری طاعات کو کون ادا کرے گا (مطلب یہ ہے کہ ان سنتوں پر عمل کرنا مجاہدہ فی العبادۃ سے زیادہ افضل ہے۔ مراد تضرع للمجاہدہ ہے ورنہ معتدل مجاہدہ ضروری اور طاعات مذکورہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

حضرت یوسف بن اسباط[۱] کے بعض ارشادات

مصائب سے بچنے کی کوشش میں میانہ روی چاہیئے غلو مناسب نہیں آپ فرماتے تھے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص کسی نازل شدہ مصیبت سے بھاگتا ہے وہ اُس سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس لئے تمہیں چاہیئے کہ صبر اختیار کرو یہانتک کہ حق تعالےٰ اپنے فضل سے یہ مصیبت تم سے دُور فرما دے۔ (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مصیبت سے مراد وہ مصیبت ہے جس کا دفعیہ دشوار ہو اس کے قبضہ میں نہ ہو۔ ورنہ مصیبت سے بچنے کی کوشش بقدر وسعت مسنون ہے۔

حضرت سفیان[۲] بن عیینہ کے ارشادات

طلب دنیا بغیر انہماک کے جائز ہے فرماتے تھے کہ بقدر ضرورت دنیا کو طلب کرنا حبّ دنیا میں داخل نہیں۔ ایسا ہی قول قریب احمد بن حنبل کا گذر چکا۔

حضرت حذیفہ مرعشی[۳] کے ارشادات

شدت احتیاط آپ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اندیشہ نہ ہوتا کہ میں فلاں

۱؎ متوفی ۱۹۳ھ ۱۲ ۲؎ متوفی ۱۵۵ھ ۱۲ ۳؎ متوفی ۲۰۷ھ ۱۲

صاحب کے پاس جاؤں گا تو کچھ نہ کچھ اُن کے لئے تصنع کرنا پڑے گا تو میں ضرور ان کی مجلس میں حاضر ہوتا۔ لیکن چونکہ تصنع وریا، کا خطرہ ہے اس لئے حاضر نہیں ہوتا۔ آپ لوگ میرا سلام اُن کو پہنچا دیں۔

سلامت خلوت میں ہے | فرماتے تھے کہ کوئی نیک کام میں اس سے افضل نہیں سمجھتا کہ آدمی اپنے گھر میں رہے (کسی سے اختلاط نہ کرے) اور اگر میرے سامنے کوئی ایسی تدبیر ہوتی جو مجھے ادائے فرائض کے لئے باہر نکلنے سے سبکدوش کر دیتی تو میں ضرور اُس کو کر لیتا۔

حضرت عبد الرحمٰن[1] بن مہدیؒ کے ارشادات

آداب مجلس | اُن کے شاگرد و مرید جب اُن کے سامنے بیٹھتے تھے تو اس قدر سکون و تواضع سے بیٹھتے تھے کہ گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی جیسے کسی کے سر پر کوئی چڑیا بیٹھ جاوے اور وہ چاہے کہ یہ اُڑے نہیں تو نہایت سکون سے بیٹھے اسی طرح یہ لوگ سکون سے بیٹھتے تھے

ترکِ ادب پر مجلس سے اُٹھا دینے کی سزا | ایک شخص (مریدین میں سے) آپ کی مجلس میں ہنس پڑا۔ تو فرمایا کہ بعض لوگ طلب علم کے مدعی ہیں اور مجلس میں ہنستے ہیں یہ شخص دو مہینے تک میری مجلس میں نہ آوے اُس کو دو مہینے تک آنے سے منع کر دیا۔

---

[1] متوفی ۱۹۸ھ ۱۲

حضرت محمد بن اسلم طوسیؒ کے ارشادات

سواد اعظم کی تفسیر آپ فرماتے تھے کہ سواد اعظم (بڑی جماعت) کا اتباع کرنا چاہیئے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ سواد اعظم کون سی جماعت ہے فرمایا کہ وہ ایک مرد عالم یا دو (تین) ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے پیرو ہیں۔ مطلقاً مسلمانوں کی ہر جماعت مراد نہیں۔ تو جو شخص ان جیسے ایک دو آدمیوں کے تابع ہوں وہ ہی آدمی (بڑی) جماعت (اور سواد اعظم) ہیں اور جو شخص ان کا مخالف ہو وہ (سواد اعظم) جماعت کا مخالف ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے ارشادات

ہدیہ قبول کرنے کے آداب حضرت ابراہیم بن ادہمؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے (ترجمہ) ایک لقمہ جو میں بے صاف کئے ہوئے نمک کے ساتھ کھاؤں بلا شبہ اُس (عمدہ) پھل سے میرے نزدیک زیادہ لذیذ ہے جس کے اندر تتیے بھرے ہوئے ہوں۔

(حضرت مصنّف فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا ہدیہ جس کے اندر کوئی روگ اور مخفی نقصان ہو جیسے وہ ہدیہ جو کسی کو اُس

لہ متوفی ۲۶۲ھ

کے دینا اور صلاح و تقویٰ کی وجہ سے اس طرح دیا جاوے کہ اگر یہ اوصاف اُس میں نہ ہوتے تو یہ ہدیہ نہ دیتا تو اس ہدیہ کا ادب یہ ہے کہ دینے والے کو واپس کر دیا جاوے۔ اور صرف اُس شخص کا ہدیہ قبول کیا جاوے جس کے متعلق یہ اطمینان ہو کہ وہ ہر حال میں محبت کرتا ہے۔ یہی ایسا پھل ہے جس کے اندر زنبور نہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

عورتوں کے سلام پہنچانے پر انکار آپ سے ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی آپ کو سلام کہتی ہے۔ فرمایا کہ عورتوں کے سلام ہمیں نہ پہنچایا کرو۔

ف۔ گو بعض مواقع پر جائز بھی ہو مگر پوری احتیاط یہی ہے۔

تواضع کے حدود آپ فرماتے تھے کہ تمام خلق اللہ کے سامنے تواضع (عاجزی) سے پیش آؤ مگر جو شخص خود تم سے تواضع کرانا چاہے اُس کے سامنے ہرگز تواضع نہ کرو۔ کیونکہ اُس کا ایسا چاہنا اُس کے تکبر کی علامت ہے۔ (اب اگر تم اُس کے سامنے تواضع و عاجزی کرو گے تو) تمہاری تواضع اس کے تکبر کی اعانت ہوگی۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ارشادات

علم پر عمل کرنے کی خاصیت آپ فرماتے تھے کہ جب کوئی عالم اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو عام مومنین کے

قلوب اُس کے لئے ہموار ہو جاتے ہیں (یعنی محبت کرنے لگتے ہیں) اور جس شخص کے دل میں کوئی مرض اور کھوٹ ہوتا ہے وہ اُسے ناپسند کرنے لگتا ہے **ف** گویا عالم باعمل قلوب کو پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی ہے اُس کی محبت سلامت ایمان و مقبولیت کی علامت ہے اور اُس کا بغض مطرود و نامقبول ہونے کی علامت اللھم ارزقنا حبک وحب من ینفعنا حبہ عندک۔

حضرت ابو نصر بشر حافی متوفی ۲۲۷ھ کے بعض ملفوظات

بعض مُردوں کا فی الحقیقت زندہ ہونا اور بعض زندوں کا مُردہ ہونا

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے وہ لوگ کافی ہیں جو بظاہر مر چکے ہیں، مگر قلوب اُن کے ذکر سے زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے ایسے زندوں کی ضرورت نہیں جن کا ذکر بعد میں آتا ہے کافی ہونے کے یہ معنی ہیں)۔ اور بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ اُن کے دیکھنے سے بھی زندہ قلوب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے (جو قلب کے لئے بمنزلہ موت ہے)۔

معنی کو الفاظ پر ترجیح

آپ فرماتے تھے کہ جب تم کسی کو خط لکھو تو حسن عبارت کے تکلف کے ساتھ اُس کو مزین نہ بناؤ۔ اس لئے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک خط لکھا۔ پھر ایک

ایسا کلام میرے ذہن میں آیا کہ اگر اُس کو لکھتا ہوں تو عبارت بہت چست اور عمدہ ہو جاتی ہے۔ مگر اس کلام میں کذب تھا۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیتا ہوں تو عبارت معمولی ہو جاتی ہے مگر اس صورت میں کلام صادق رہتا ہے۔ میں نے تأمل کرنے کے بعد اسی (دوسری) صورت کو اختیار کیا جس سے عبارت معمولی مگر صادق رہے۔ تو مکان کے گوشہ سے ایک ہاتف (غیبی آواز دینے والے) نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں قول ثابت (صحیح) پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

غیر ضروری تعلقات سے پرہیز کرنا

فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عزیز اور آخرت میں مامون رہے۔ اُس کو چاہیئے کہ محدّث اور شاہد نہ بنے اور امام نہ بنے اور کسی کا کھانا نہ کھائے۔ حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ محمل اس تمام کلام کا وہ ہے جس کی طرف عنوان میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

ف۔ یعنی جب کہ روایت حدیث کرنے والے دوسرے لوگ موجود ہوں اور کوئی خاص حاجت اس کو داعی نہ ہو تو منصب تحدیث اختیار نہ کرے۔ اسی طرح جب احیاء حق کے لئے دوسرے لوگ گواہی دینے والے موجود ہوں تو خود گواہی سے بچے ایسے ہی جب امامت کے قابل دوسرے آدمی موجود ہوں تو امام نہ بنے۔ اور جب تک کوئی شرعی ضرورت خواہ اپنی حاجت یا کھانا کھلانے والے کی ضروری دلداری وغیرہ داعی نہ ہو اُس وقت تک کسی کا کھانا نہ کھائے۔

حضرتِ ممدوح کی اس تقریر سے یہ شبہ بھی رفع ہوگیا کہ محدث اور امام اور شاہد بننا اور اسی طرح دوسروں کا کھانا کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور ائمہ دین سے ثابت ہے پھر اُس سے کیسے منع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے بحد ضرورت اس کو اختیار فرمایا ہے۔

صحبت کے بعض آثار کا بیان

آپ فرماتے تھے کہ بُرے لوگوں کی صحبت نیک لوگوں کے ساتھ بدگمانی پیدا کردیتی ہے۔ اور نیک لوگوں کی صحبت بدوں کے ساتھ (بھی) حسن ظن پیدا کردیتی ہے۔ اور کوئی بندہ نہیں کہ حق تعالیٰ کسی بندہ سے ہرگز یہ سوال نہ فرمائیں گے کہ تو نے میرے بندوں کے ساتھ نیک گمان کیوں رکھا (مطلب یہ کہ صحبت اخیار سے جو اشرار کے ساتھ نیک گمانی پیدا ہو جائے گو خلاف واقع ہو مگر اس پر مواخذہ نہ ہوگا اس لئے اس میں خطرہ نہیں)۔

گمنامی کی فضیلت

فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں فقیر کے لئے بڑی غنیمت ہے کہ لوگ اُس سے ناواقف ہوں اور ان پر اس کا مرتبہ (بزرگی ومقبولیت) مخفی رہے۔ کیونکہ اکثر لوگوں کی ملاقات (موجب) خسارہ ہے۔ **ف** وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں پر دین کا رنگ غالب نہیں ایسے لوگ اکثر تو کسی غیبت وگناہ میں مبتلا کریں گے ورنہ کم از کم لایعنی اور بیکار باتوں میں تو ضرور ہی وقت ضائع کریں گے۔

حضرت حارثؒ ابن اسید محاسبیؒ کے ارشادات

طبعی خطرات توکل کے خلاف نہیں آپ سے پوچھا گیا کہ کیا متوکل آدمی کو طبعی طور پر طمع پیش آسکتی ہے فرمایا یہ محض (غیر اختیاری) خطرات ہیں جو اُس کے لئے ذرا مضر نہیں۔

حضرت شقیق بن ابراہیمؒ بلخیؒ کے ارشادات

بلا عذر شرعی کے ہدیہ واپس کرنے کی مذمت فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے ملا تو فرمایا کہ میں ایک مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوا تو انھوں نے میرے سامنے ایک سبز پیالہ جس میں سکباج (ایک قسم کا شوربہ ہے جس میں کہ سرکہ کی ترشی شامل کی جاتی ہے) کی خوشبو تھی پیش کیا اور فرمایا کہ ابراہیم کھاؤ میں نے انکار کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز (بوجہ حلال) دی جاوے اور وہ (بلا عذر شرعی) قبول نہ کرے تو (وہ ایسی حالت میں مبتلا کیا جاتا ہے کہ) وہ سوال بھی کرے تو اُس کو نہیں دیا جاتا۔

لہ متوفی ۲۴۳ھ ۱۲ ۵ۃ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے اصحاب میں سے ہیں ۱۲

حضرت یحییٰ بن معاذؒ[۱] کے ارشادات

مضر صحبت کے بیان میں | اپنے متعلقین سے فرمایا کرتے تھے کہ تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ غافل علماء اور مداہنت کرنے والے (حق پوشی کرنے والے) مبلغین اور کاہل وسست درویش جو فرائض دین کا علم حاصل کرنے سے پہلے مجاہدات اور نفلی عبادات میں لگ گئے (انھوں نے ضروری علم دین کے حاصل کرنے میں کاہلی کی)۔

مخلص دوستوں کا کم ہونا | فرماتے تھے کہ ولی نہ ظاہرداری کرتا ہے اور نہ نفاق اور جس شخص کی یہ عادت ہوگی اُس کے دوست بہت کم ہوں گے۔

عابد زاہد کے لئے عیال سے غفلت کی مذمت | آپ فرماتے تھے کہ عیال (یعنی جن لوگوں کا نفقہ وتربیت اس شخص کے ذمہ ہے ان) کو (غفلت سے) ضائع کرکے (نفلی) عبادت میں مشغول ہونا جہل ہے۔

حضرت ابوتراب نخشبیؒ[۲] کے ارشادات

ہر زمانہ میں اُس کے مناسب حکمتوں کا علماء کے قلب میں واقع ہونا | فرمایا کہ ہر زمانہ کے علماء کی زبانوں پر حق تعالیٰ

---

[۱] متوفی ۲۵۸ھ ۱۲ [۲] متوفی ۲۴۸ھ ۱۲

وہ علم و حکمت جاری فرماتا ہے جو اُس زمانہ کے اعمال کا مقتضی ہو۔

جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اس سے بات کرنے کے لیے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہیے فرمایا کہ جو شخص ایسے آدمی کا دھیان بٹائے جو ذکر اللہ میں مشغول ہو۔ خدا تعالیٰ کا غضب اُس کو فوراً آپکڑ لیتا ہے۔

بلا ضرورت سفر کا نقصان فرمایا کہ سالکین و مریدین کے لئے میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ مضر نہیں کہ وہ بغیر اپنے شیخ کی اجازت کے اپنی مرضی کے موافق سفر میں پھریں۔

تواضع میں مبالغہ کا بیان فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو فرعون سے (بھی) بہتر جانے اُس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ ف۔ ایمان فی الحال کے اعتبار سے مراد نہیں بلکہ بقاء ایمان فی المآل کے اعتبار سے اور حال و ذوق کا درجہ عوام کے سمجھنے کا نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحؒ کے ارشادات

ہدیہ پیش کرنے والے کا لطیف ادب ایک شخص آپ کے پاس پانسو دینار لایا اور آپ کے سامنے رکھدیئے اور عرض کیا ان کو اپنی جماعت (صوفیہ) میں تقسیم کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کے سوا بھی کچھ مال ہے اس نے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے فرمایا!

لہ متوفی ۲۹۷ھ ۱۲

کہ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ مال اور زیادہ ہو جائے۔ عرض کیا کہ ہاں چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دینار تمہیں رکھو کہ تم ہم سے زیادہ اُنکے محتاج ہو۔

ف۔ کیونکہ ہم تو نہ ان کے خواہشمند ہیں نہ ان پر زیادتی کے اور تم زیادتی کے طالب ہو۔ اس شخص نے اپنے پاس اور مال موجود ہونے کا غالباً یہ سمجھ کر اقرار کیا ہوگا کہ کہیں یہ سمجھ کر اس کا ہدیہ رد نہ کر دیا جاوے کہ اس کے پاس صرف یہی مال تھا جو لے آیا اس کو بعد میں پریشانی ہوگی۔ مگر یہاں یہی چیز رد کرنے کا سبب ہو گئی۔ عجب نہیں کہ اس شخص کے نفس میں یہ خیال ہو کہ ان حضرات کو ہدیہ دینے سے مال میں برکت اور زیادتی ہو جاوے گی۔ اور یہ خیال اخلاص کے خلاف ہے۔ اس لئے حضرت شیخ نے یہ سوال کر کے اُس کا ہدیہ واپس فرما دیا۔ یہ تو مترجم کی توجیہ ہے اور حضرت مؤلف نے یہ کہا ہے کہ غالباً صوفیہ کے مذاق کے اور جنیدؒ کی عبارت کے مناسب یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کو ہدیہ دینے والے میں طمع وحرص کے آثار محسوس ہوئے جس سے یہ احتمال ہوا کہ یہ ہدیہ کے بعد پچتاوے گا۔ آپ نے ایک ایسے لطیف طریق سے عذر فرما دیا جس کا اُس سے جواب بھی نہ بن پڑے اور اُس کی دل شکنی بھی نہ ہو۔ واللہ اعلم

حضرت رویم ابن احمدؒ کے ارشادات

وسعت اور تنگی برتنے کے مواقع کا بیان | آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احکام میں اپنے بھائی مسلمانوں

ؒ متوفی ۳۰۳ھ

پر تو وسعت کرے (یعنی جہانتک شرعی گنجائش ہو اُن کو آسان عمل بتلائے) اور اپنے نفس پر تنگی برتے (یعنی خود احتیاط اور تقویٰ پر عمل کرے) کیونکہ عام مسلمانوں پر وسعت کرنا علم کا اتباع ہے اور اپنے نفس پر (بقدر تحمل) تنگی (یعنی احتیاط اور عزیمت پر عمل) کرنا تقویٰ کا مقتضیٰ ہے۔

زیادہ میل جول کا مضر ہونا اگرچہ صلحاء ہی کے درمیان ہو | فرمایا کہ صوفیہ کرام اُس وقت تک خیر پر ہیں جب تک ایک دوسرے سے یکسوئی رکھیں اور جب آپس میں میل جول کرنے لگیں تو ہلاک ہو جائیں گے۔

ف۔ مراد وہ اختلاط اور میل جول ہے جس میں اوقات ضائع ہوں یا بے ضرورت ہو۔

حضرت شاہ[۵] بن شجاع کرمانی کے ارشادات

اپنے کمال کو کمال سمجھنا اُس کو برباد کرنا ہے | فرماتے تھے کہ اہل فضل و کمال کی فضیلت اُسی وقت تک ہے کہ وہ خود اُس کی طرف نظر و التفات نہ کریں اور جب اُس پر خود اپنی نظر ہونے لگے تو کوئی فضیلت نہ رہی۔ اسی طرح اولیاء کی ولایت اُسی وقت تک ہے کہ وہ خود اُس پر (فخر کے ساتھ) نظر نہ کریں اور جب اُس پر اپنی نظر ہونے لگی تو کچھ ولایت نہ رہی۔

ف۔ مطلب یہ ہے کہ خود بینی سے فضل و کمال اور ولایت نہیں رہتی۔

---

[۵] حضرت ابو تراب نخشبیؒ کے اصحاب میں سے ہیں ۱۲ منہ

اور جن اولیاء سے اپنی ولایت کا اعلان و تذکرہ خود منقول ہے وہ خود بینی کے طور پر نہ تھا بلکہ یا کسی وارد کے ماتحت اور یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر۔

اولیاء اللہ سے محبت کرنے اور اُن کے محبوب ہونے کی فضیلت کا بیان فرمایا کہ کوئی عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کر سکتا کہ ایسے اعمال اختیار کرے جن سے وہ اولیاء اللہ کی نظر میں محبوب ہو جاوے۔ کیونکہ جب اولیاء اللہ سے محبت کی تو اللہ تعالےٰ سے ہی محبت کی اور اگر اولیاء اللہ نے اُس سے محبت کی تو (گویا) اللہ تعالیٰ نے ہی اُس سے محبت کی۔

حضرت محمد[1] بن عمر حکیم وراق رحؒ کے ارشادات

مبتدی کے لئے سفر کا مضر ہونا آپ اپنے مریدین کو سفر اور سیر و سیاحت سے منع فرماتے اور کہتے تھے کہ ہر برکت کی کنجی یہ ہے کہ اپنے موقع الادت میں استقلال کے ساتھ جمے رہو جب تک وہ ارادت اپنے حال پر پختہ نہ ہو جاوے (یعنی خیالات و معمولات ایک حال پر برقرار ہو جاویں مبتدی کو جو انتشار ہوتا ہے وہ زائل ہو جاوے) جب ارادت قرار پا جاوے اُس وقت برکت کے ابتدائی آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے (سو اگر اس ابتداء ہی میں انضباط فوت ہو گیا جو سفر کے لوازم عادیہ سے ہے تو پھر ابتداء ہی بگڑ جائے گی آگے انتہائی برکات کی کیا توقع ہو گی۔

---

[1] حضرت احمد بن خضر کے دیکھنے والوں میں سے ہیں ۱۲ منہ

تکبر کے ساتھ عبادت کا نافع (کامل) نہ ہونا فرمایا کہ بدعمل اور گناہگاروں کی تواضع اور پستی عبادت گذاروں کی تندی اور تکبر سے بہتر ہے۔

حضرت احمد بن عیسی خرازؒ کے ارشادات

حالت گریہ ختم ہو جانے کا وقت آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عارف کبھی ایسے حال پر بھی پہنچ جاتا ہے کہ اُس کو رونا نہ آوے فرمایا۔ ہاں بکار (کا غلبہ اکثر) اُس وقت تک رہتا ہے جب تک سالک سیر الی اللہ (یعنی قطع مقامات سلوک) میں مشغول ہے۔ پھر جب وہ حقائق قرب پر پہنچتا ہے (یعنی اپنے مناسب درجہ میں مستقر ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے (خاص) انعامات کا ذائقہ چکھتا ہے تو علیہ بکار اُن سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر تم کو حقیقۃً رونا نہ آوے تو بتکلف گریہ کی صورت بناؤ۔ یعنی اپنے مقام سے تنزل اختیار کرو تاکہ سالکین تمہارا اقتدا کریں۔ ف قرب و وصول کے بعد گریہ کا انقطاع اکثری ہے لازمی نہیں کیونکہ بعض حضرات پر اُس وقت بھی گریۂ شوق کا غلبہ ہوتا ہے۔ جیساکہ ہفت گریہ میں حضرت شاہ ابو المعالیؒ نے فرمایا ہے۔ اور یہ دو لطیف اشعار اسی کے متعلق نقل فرمائے ہیں ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ درمنقار داشت
واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت
گفتمش درعین وصل ایں نالۂ و فریاد چیست
گفت مارا جلوۂ معشوق دریں کار داشت

اور جن حضرات کی حالت گریہ بوقت وصول وکمال منقطع ہوجاتی ہو وہ بھی اکثر حالات کے اعتبار سے ہے۔ بعض اوقات اُن پر بھی گریہ طاری ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرب و وصول کس کو ہوسکتا ہے۔ آپ کے متعلق بھی متعدد مواقع پر گریہ طاری ہونا بروایات صحیحہ منقول ہے۔ مگر کامل اُس میں بے قرار نہیں ہوتا اُس میں بھی شان سکون کی ہوتی ہے۔ (مترجم)

حضرت محمد ابن اسمٰعیل مغربی رح کے ارشادات

ترک تعلقات کا کثرت عبادت سے افضل ہونا آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ جو درویش تعلقات دنیا سے فارغ ہو وہ اگر اعمال فضائل ونوافل میں سے کچھ بھی نہ کرے تب بھی اُن عباد سے افضل ہے جن کے ساتھ دنیا ہے۔ بلکہ تارک دنیا درویش کے عمل کا ایک ذرہ اہل دنیا کے پہاڑ برابر اعمال سے افضل ہے۔

حضرت احمد بن مسروق[1] رح کے ارشادات

عقل کا اتباع کس حد تک ہونا چاہیئے جو شخص اپنی عقل کی حفاظت کے لیئے اپنی عقل کے ذریعہ سے اپنی عقل (کی آفات سے) پرہیز نہ کرے وہ اپنی عقل ہی کی بدولت ہلاک ہوگیا۔

---

[1] متوفی ۲۹۹ھ ۱۲

ف مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اتباع عقل میں ایسا غلو کرے کہ عقل حقیقی اور کامل کے مقتضیٰ یعنی اتباع وحی و نبوت سے نکل جاوے جیسا کہ فلاسفہ کو پیش آیا۔ وہ ہلاک ہوگا۔ استاذی و سیدی حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب محدث دارالعلوم دیوبند نے اسی مضمون کے متعلق سلف میں سے کسی بزرگ کا نہایت لطیف جملہ نقل فرمایا تھا کہ عقلک دون دینک وثوبک دون قدرک۔ یعنی انسان کو چاہیئے کہ اپنی عقل کو دین سے کم (یعنی اس کا تابع) رکھے اور اپنا لباس اپنے درجہ (حیثیت) سے کم رکھے۔ (احقر مترجم)

علم ظاہر کے اشتغال میں افراط و مبالغہ کی مضرت

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ (خواب میں) دیکھا کہ قیامت قایم ہے اور دسترخوان بچھے ہوئے ہیں۔ میں نے ان پر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ دسترخوان تو صوفیائے کرام کے واسطے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی تو انھیں میں سے ہوں۔ تو ایک فرشتہ نے مجھ سے کہا کہ بیشک تم ان میں سے تھے مگر تمہیں کثرت حدیث نے اور ہمعصروں پر تفوق و تفاضل کی خواہش نے ان کے درجہ تک پہنچنے سے روک دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں بیدار ہوگیا تو قوم (صوفیاء) کے طریق میں مشغول ہوگیا۔ اور (اپنے دل میں) کہا کہ حدیث کے لئے میرے سوا دوسرے علماء ہیں۔

ف۔ معلوم ہوا کہ جب علم ظاہر کی تعلیم و تبلیغ علماء کر رہے ہوں تو بہتر

یہ ہے کہ اپنے باطن کی اصلاح و تنویر اور عبادت و ذکر میں مشغول ہو۔ علم ظاہر میں ضرورت سے زیادہ اشتغال نہ کرے۔ کیونکہ خود اُس سے مقصود عمل صحیح ہے جو کہ حاصل ہے طریق کار۔

حضرت اسمعیل بن سُہیل رح کے ارشادات

جو فضائل کسی کی طرف منسوب کیئے جاتے ہوں اُن پر نظر نہ کرنا چاہیئے | فرمایا کہ فقیہ وہ شخص ہے جو ان فضائل و کمالات کے پیچھے نہ آئے جن کی نسبت اُس کی طرف کی جاتی ہے (یعنی اُن پر فخر و مباہات کے طور پر نظر نہ کرے)

حضرت ابوالعباس ابن عطار رح کے ارشادات

اپنے اعمال کو حقیر سمجھنا | آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ مردانگی کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ مردانگی یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کو حق تعالےٰ کے لیئے زیادہ نہ سمجھے ؛

اپنے نفس پر ہمیشہ مواخذہ کرنا | آپ فرماتے تھے کہ محبت (کامل) یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے نفس پر مواخذہ اور محاسبہ جاری رکھے ؛

حضرت ابراہیم خواص رح کے ارشادات

صورت علم پر حقیقت علم کی ترجیح | فرماتے تھے کہ علم تو اُسی شخص کا ہے

ــــــــ
۵۱ حضرت جنید رح کے اقران میں سے ہیں ۱۲ ۵۲ متوفی ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ ۱۲ منہ

جو علم کا اتباع کرے اور اُس پر عمل کرے اور سنت کا اقتدار کرے۔ اگرچہ (عرفی اور رسمی طور پر) وہ کم علم ہو۔

حضرت ابو حمزہ بغدادیؒ کے ارشادات

نیکی پر شکر ادا کرنا فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر کسی نیکی کا راستہ کھولیں تو اُس کو لازم پکڑ لو۔ اور اس سے بچو کہ تم اُس پر نظر کرنے لگو یا اُس پر فخر کرو۔ اور اُس ذات کے شکر میں مشغول ہو جاؤ جس نے تمہیں اس کی توفیق دی۔ کیونکہ تمہارا اُس پر (بطور فخر و مباہات) نظر کرنا تمہیں اپنے مقام سے گرا دے گا۔ اور شکر میں مشغول ہونا تمہارے لئے زیادتی اور ترقی کا موجب ہوگا۔

جب کلام کی ضرورت نہ رہے تو سکوت کا مطلوب ہونا مروی ہے کہ آپ بہت شیریں کلام تھے۔ ایک مرتبہ ایک ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تم نے کلام کیا اور بہت اچھا کیا۔ اب یہ باقی رہ گیا ہے کہ سکوت کرو اور (وہ بھی) اچھی طرح کرو (یعنی سکوت کا بھی حق ادا کرو) اس کے بعد وفات تک آپ نے کلام نہیں کیا۔ (کسی کلام میں ضرورت کا درجہ نہ دیکھا ہوگا)

حضرت ابو عبد اللہ شجزیؒ کے ارشادات

گناہ پر کسی کو عار نہ دلانا چاہیئے فرمایا کہ کسی شخص کو اس کے گناہ پر عار نہ دلاؤ جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو جاوے کہ تمہارے سب گناہ بخش دیئے

گئے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ درجہ تمہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت حامد ترمذی رحؒ کے ارشادات

گمنامی کی برکات اور ولی کی بعض علامات فرمایا کہ ولی ہمیشہ اپنے حالات کے چھپانے میں مشغول رہتا ہے مگر کائنات اُس کی ولایت پر ناطق ہوتی ہیں (یعنی حق تعالےٰ کی طرف سے اُس کی ولایت کا اظہار ہو جاتا ہے)

حضرت محمد بن سعید وراق رحؒ کے ارشادات

معافی کا حق آپ کے ارشادات میں سے ہے کہ مکارم اخلاق کا تقاضا خطا۔ کی معافی میں یہ ہے کہ جب تم نے اپنے بھائی کا قصور معاف کر دیا تو پھر اُس کو کبھی ذکر نہ کرو۔

کسی کی تحقیر دل میں آوے تو اُس کا علاج آپ کا ارشاد ہے کہ جب ہمارے دل میں کسی شخص کی حقارت واقع ہوتی ہے تو ہم اُس کی خدمت اور اُس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہانتک کہ یہ خیال ہمارے دل سے نکل جائے۔

حضرت ممشاد[۲] دینوری رحؒ کے ارشادات

اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کا طریقہ فرمایا کہ میں جب کسی بزرگ

[۱] سنہ ۳۲۰ھ سے پہلے وفات ہوئی [۲] متوفی سنہ ۲۹۰ھ۔

کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس طرح گیا کہ اپنے قلب کو تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی کر لیا اور اس کا منتظر رہا کہ اُن کی زیارت اور کلام سے مجھ پر کیا برکات وارد ہوتی ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنا ذخیرہ لے کر جاتا ہے تو اس ذخیرہ کی وجہ سے اُس بزرگ کی زیارت و صحبت اور ادب و کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

حضرت خیرؒ[1] نساجؒ کے ارشادات

اپنے قصور کے استحضار کی برکت فرمایا کہ وہ عمل جس کے ذریعہ بندہ انتہائی مدارج پر پہنچتا ہے وہ اپنے قصور اور عجز و ضعف کا استحضار و مشاہدہ ہے۔

حضرت حسین بن عبد اللہ الصنجیؒ کے ارشادات

کسی چیز سے منقطع ہونے کا طریقہ فرماتے تھے کہ کوئی شئ تمہیں کسی شئ سے اُس وقت تک منقطع نہیں کر سکتی جب تک کہ قطع کرنے والی چیز تمہارے نزدیک اُس سے زیادہ اتم اور اکمل اور اعلیٰ نہ ہو۔ پس اگر برابر یا کم ہو تو تمہیں اُس چیز سے یکسو نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اثر اُس چیز کا غالب ہوتا ہے جو قلب پر غالب ہو (مثلاً دین اور آخرت کی فکر دنیا سے اسوقت منقطع کریگی جب تمہارے قلب میں دین کی عظمت دنیا سے زیادہ ہو۔)

---

[1] سری سقطیؒ کے دیکھنے والوں میں سے ہیں ۱۲ منہ

حضرت جعفر ابن حمدان رحؒ کے ارشادات

تکبر کا نقصان معصیت کے نقصان سے زیادہ ہے

فرمایا کہ اطاعت کرنے والوں کا گناہگاروں پر تکبر کرنا اُن کے گناہوں سے زیادہ شدید اور ان کے لئے اُن کے گناہوں سے زیادہ مضرت رساں ہے۔ جیسا کہ کسی گناہ کی توبہ سے بندہ کا غفلت کرنا اُس گناہ کے ارتکاب سے زیادہ بُرا ہے۔

حضرت ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی رحؒ کے ملفوظات

آپ نے حضرت حمدون قصار کی زیارت کی ہے

مربی کے شرائط

آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص تمام علوم جمع کرلے اور ہر جماعت کے بزرگوں کی صحبت میں رہے وہ مردان راہ خدا کے درجہ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کسی ایسے شیخ و مقتدا کے سامنے مجاہدہ و ریاضت نہ کرے جو تادیب کرنے والا اور خیر خواہ ہو۔ اور جس شخص نے کسی ایسے شیخ سے اصلاح حاصل نہ کی جو اس کو (مفید چیزوں کا) امر کرنے والا اور (مضر چیزوں سے) منع کرنے والا ہو۔ اور جو اس کو اُس کے اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت پر متنبہ کرتا ہو تو تصحیح معاملات (اصلاح) میں اُس کی اقتدا درست نہیں ۔

ملفوظات حضرت ابو عبداللہ محمد بن منازل

جو حضرت حمدونؒ کے اصحاب میں سے ہیں

فضول کاموں کا ترک کرنا فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بے ضرورت چیز کا التزام کرتا ہے وہ اپنے احوال میں سے بہت سی ایسی چیزوں کو ضائع کر دیتا ہے جن کا وہ محتاج ہے اور وہ اُس کے لئے ضروری ہیں۔

مصلح پر اعتراض نہ کرنا چاہیئے فرمایا کہ تم جس شخص کے علوم کے محتاج ہو اس کے عیوب پر نظر نہ کرو۔ کیونکہ اُس کے عیوب پر تمہارا نظر کرنا تمہیں اُس کی برکات علوم کے انتفاع سے محروم کر دے گا۔

ملفوظات حضرت ابوالخیر اقطعؒ

جن کی وفات ۳۴۰ھ کے کچھ بعد ہوئی

آپ نے ابو جعفرؒ کو خط لکھا کہ اس زمانہ میں درویشوں نے آپ کے معاملہ میں جہالت اور بے قدری اختیار کر لی اور سبب اس کا آپ ہی لوگوں کی طرف سے ہے۔ کیونکہ آپ لوگ مسند مشیخت (تربیت و اصلاح) پر حصول کمال سے پہلے بیٹھ گئے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اصلاح سے پہلے دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا مضر ہے)

حضرت ابو الحسین بن حبان جمال

جو خراز کے اصحاب میں سے ہیں

اولیاء اللہ کا ادب فرمایا کہ اولیاء اللہ کی قدر شناسی وہی شخص اگر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم القدر ہو:

حضرت مظفر قرمیسینی جو عبداللہ خراز کے اصحاب میں سے ہیں

دوسروں کی اصلاح کے لئے کسی شیخ کامل سے اپنی اصلاح کرانے کا شرط ہونا فرماتے تھے جو شخص کسی حکیم شخص سے اصلاح و ادب حاصل نہ کرے اُس سے کسی مرید کی اصلاح نہیں ہوتی:

حضرت ابو الحسین علی بن ہندؒ کے ملفوظات

بزرگوں کی تعظیم کا ثمرہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جس شخص کو بزرگوں کی تعظیم کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں مخلوق کے قلوب میں اُس کی عظمت ڈال دیتے ہیں اور جو شخص اس سے محروم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت لوگوں کے قلوب سے نکال دیتے ہیں۔ یہانتک کہ تم اُس کو ہمیشہ مبغوض دیکھیے گے۔ حالانکہ اُس کے اخلاق اور احوال درست ہوں:

حضرت ابو العباس رح کے ملفوظات

اہل مشاہدہ کا لذت سے خالی ہونا فرمایا کہ کوئی عاقل کبھی مشاہدہ کے ساتھ لذت نہیں پاتا۔ کیونکہ مشاہدہ حق سبب ہے فنا کا اُس میں لذّت اور حظ کہاں ؛

ملفوظات حضرت ابو بکر طمستانی رح متوفی سنہ ۳۴۰ھ

نفس کے کید سے بے فکر نہ ہونا فرمایا کہ نفس کی مثال آگ جیسی ہے کہ ایک جگہ سے بجھتی ہے تو دوسری جگہ بھڑک اٹھتی ہے۔ ایسا ہی نفس ہے کہ ایک طرف اُس کو (مجاہدہ ریاضت کر کے) مہذب بنایا جاتا ہے تو دوسری جانب سے متاثر ہو جاتا ہے ؛

از حضرت ابو القاسم بن ابراہیم رح متوفی سنہ ۳۶۰ھ

جذب کا سلوک سے زیادہ سریع الاثر ہونا فرمایا کہ جذب سلوک سے زیادہ سریع النفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ انسان کو تمام جن وانس کے اعمال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

خلاصہ طریق آپ فرماتے تھے کہ تصوّف کی اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کا التزام اور خواہشات و بدعات سے اجتناب۔ اور بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرے اور مخلوق کے اعذار کو درست سمجھے (یعنی جہانتک شریعت

اجازت دیتی ہو اُن پر مباحات میں ملامت نہ کرے اور جہاں عذر کی گنجائش ہو اُن کے عذر کو قبول کرے) اور اوراد و معمولات پر مداومت کرے۔ اور رخصتوں اور تاویلات کے پیچھے پڑنے سے اجتناب کرے

ف۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ رخص پر تاویلات کا عطف عطف تفسیری ہے یعنی رخصتوں سے وہ رخصتیں مراد ہیں جو بتاویل نکالی جاویں کیونکہ جن امور میں صراحۃً شریعت نے رخصت دی ہے وہ تو مقاصد شرعیہ میں سے ہے ؛

از حضرت احمد بن عطاء روزباری متوفی ۳۶۹ھ

بدون کسی مصلحت کے بخل کرنے کی مذمت فرماتے تھے کہ سب بُروں سے زیادہ بُرا وہ صوفی ہے جو بخیل ہو۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ بخل سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ مال کو بلا کسی حکمت کے روکے۔ کیونکہ ربوجہ حکمت کے) بعض لوگوں سے مال کو روکنا تو اللہ تعالیٰ کی سنّت ہے ؛

بے تہذیبی کے ساتھ خدمت کرنیکا انجام بد فرماتے تھے کہ جو شخص بے تہذیبی کے ساتھ اولیاء اللہ کی خدمت کرتا ہے وہ ہلاک ہوتا ہے۔

ملفوظات حضرت علی بندار جو کہ حضرت جنید وغیرہ کے اصحاب میں سے تھے

اپنے نفس کو حقیر سمجھنا آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں ہم جیسے لوگوں کو صلحا کہا جاوے اس میں صلاح کو کوئی اُمید نہیں۔

از حضرت محمد بن عبد الخالق دینوری رح

زہد اور معرفت کے آثار کا محل فرماتے تھے کہ زہد کی مشقت تو بدن پر ہوتی ہے اور معرفت کی مشقت قلب پر۔ اسی لئے زہد کا مجاہدہ عامہ خلق کو محسوس ہوتا ہے اور معرفت کا مجاہدہ اُن کو محسوس نہیں ہوتا حالانکہ وہ بہت اشد ہے کما قیل سے اے تراخارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند۔ **کثرت کلام کی مضرت** فرماتے تھے کہ کثرت کلام حسنات کو اس طرح چوس لیتی ہے جیسے زمین پانی کو جذب کر لیتی ہے۔

از حضرت سیدی عبد القادر جیلی متوفی ۵۶۱ھ

مصائب میں مبتلا ہونے کی مختلف صورتیں اور اُن کی علامات انسان پر جو آفات و مصائب آتے ہیں اس کی وجوہ مختلف ہوتی ہیں کبھی قہر خداوندی ہوتا ہے اور کبھی اس شخص کا کفارۂ سیئات منظور ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ جو ابتلاء بطور سزا و عقوبت کے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اس کو صبر نہیں ہوتا جزع فزع میں گرفتار ہوتا ہے اور مخلوق سے شکایت کرتا ہے۔ اور جو ابتلاء کفارۂ سیئات کے لئے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ مصیبت کے

وقت صبر جمیل کی توفیق ہوتی ہے شکایت اور جزع فزع اور دل تنگی نہیں ہوتی اور طاعات و عبادات کے ادا کرنے میں ثقل نہیں ہوتا۔ اور جو ابتلا رفع درجات کے لئے ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ رضا بر قضا اور موافقت پائی جاتی ہے۔ اور نفس میں طمانیت اور سکون محسوس ہوتا ہے یہانتک کہ وہ مصیبت دُور ہو جائے +

از حضرت ابو محمد شنبکی رحمۃ اللہ علیہ

جو زمانا حضرت سیدی عبدالقادر جیلی سے متقدم ہیں

ولایت کے بعض لوازم | فرماتے تھے کہ صوفی وہ شخص ہے جو ہمیشہ اپنے حال کو چھپائے اور تمام کائنات اُس کی ولایت کے ناطق ہو (یعنی علم ضروری کے طور پر لوگ اُس کو ولی اللہ مانتے ہوں) بدون اس کے کہ اُس کے ایسے اعمال لوگوں پر ظاہر ہوں جو اُس کے لئے امتیازی شان پیدا کریں +

از حضرت شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ

جو حضرت عدی بن مسافر کے شیوخ میں سے ہیں جنکا ذکر عنقریب آتا ہے

اعمال کے ثمرات میں تفویض و تسلیم | آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے لئے مال و دولت یا کوئی خاص مقام طلب کرے وہ معرفت کے راستوں

از حضرت عدی بن مسافر متوفی ۵۵۸ھ

سیدی عبدالقادر جیلی رح نے انکی مدح فرمائی ہے

نفع باطن کے لئے شیخ کا اعتقاد کامل شرط ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے شیخ سے اُس وقت تک نفع حاصل نہیں کرسکتے جب تک تمہارا اعتقاد اُن کے متعلق سب سے زیادہ نہ ہو۔

اصلاح غیر کے لئے شرط ہے کہ خود کسی شیخ سے اصلاح و تربیت حاصل کی ہو فرماتے تھے کہ جس شخص نے کسی مصلح کی خدمت میں رہکر ادب و اصلاح حاصل نہ کی ہو وہ اپنے متبعین کو بھی تباہ کرے گا۔

حقیقت کے ساتھ متصف ہونے کے بغیر تحقیقات کرنے کا ضرر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم (باطن) میں بدون اس کے کہ اُس کی حقیقت کے ساتھ متصف ہو محض زبانی کلام پر اکتفا کرے وہ طریق سے منقطع اور بعید ہو جائے گا۔

از شیخ ابوالنجیب سہروردی رح متوفی ۵۶۳ھ

تصوف کی منازل آپ فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی پہلی منزل علم ہے اور درمیانی منزل عمل اور آخری منزل محض عطاء خداوندی ہے۔ کیونکہ علم منزل مقصود کو سامنے کر دیتا ہے اور عمل اُس کی طلب میں امداد کرتا ہے۔

اور عطا، حق منتہائے مقصود پر پہنچاتی ہے ؛

از حضرت شیخ احمد بن الحسین الرفاعیؒ متوفی ۵۷۰ھ

صدقہ کا نوافل سے افضل ہونا فرمایا کرتے تھے کہ عبادات بدنیہ سے اور نوافل سے صدقہ افضل ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ افضلیت یہ ہے کہ صدقہ کا نفع متعدی ہے اور وہ نفس پر زیادہ شاق ہے ؛

بلا ضرورت سفر کی مضرت فرمایا کرتے تھے کہ سفر درویش کے دین کو پارہ پارہ اور اُس کی جمعیت خاطر کو برباد کر دیتا ہے۔ حضرت مصنف مدظلہم فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے کہ سفر کی وجہ سے معمولات میں خلل آتا ہے اور اوقات مشوش ہوتے ہیں ؛

مرید کے چند آداب فرمایا کرتے تھے کہ مرید کے سعادت کی علامت یہ ہے کہ اپنے شیخ کو اپنی تربیت کے وقت مشقت میں نہ ڈالے بلکہ اُن کی بات کا ماننے والا اور اشارہ پر اطاعت کرنے والا ہو۔ اور یہ کہ اُس کا شیخ درویشوں میں اُس پر فخر کرے کہ ہمارا مرید ایسا ہے نہ یہ کہ وہ اپنے شیخ پر فخر کرے ؛

لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی فرمایا کرتے تھے کہ درویش کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اُس کی نظر نہ ہو ؛

از حضرت علی بن الہیتی متوفی ۵۶۴ھ

اہل موہبت کے لئے خلوت کا شرط نہ ہونا آپ اسی برس اس طرح زندہ رہے کہ آپ کے لئے نہ کوئی خلوت خانہ تھا نہ کوئی علیحدہ گوشہ۔ بلکہ عام درویشوں کے مجمع میں سویا کرتے تھے۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ان کو دولت باطن وہبی طور پر حاصل ہوئی تھی ؞

کمال کی بات یہ ہے کہ غلبہ حال کے وقت حدود سے نہ نکلے فرمایا کرتے تھے کہ صحتِ حال کی علامت یہ ہے کہ صاحب حال غلبۂ حال کے وقت بھی تجاوز عن الحدود سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ صحو (ہوش و سکون) کے وقت بھی وہ مغلوب الحال رہتا ہے۔ (یعنی صحو میں جس طرح غلبہ سے خالی نہیں جو اثر ہے سکر کا اسی طرح سکر میں محفوظ رہتا ہے جو اثر ہے صحو کا)

کوئی حال دائم نہیں مگر کسی عارض کی وجہ سے فرمایا کہ حالات باطنی بجلی کے چمک کی طرح ہوتے ہیں کہ اُن کے عدم حصول کے وقت ان کی تحصیل ممکن نہیں اور حصول کے وقت اُن کا ابقاء ممکن نہیں۔ مگر یہ کہ بعض احوال کو کسی شخص کے لئے غذا بنا دیا جائے تو حق تعالےٰ اُس کے حال کی تربیت فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اُس کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتا ہے۔ یعنی اس حال میں اُن کو دوام ہو سکتا ہے ؞

از شیخ عبدالرحمن طفسونجی

تواضع سے نقصان عمل کا جبر نقصان اور کبر سے اسکے خلاف ہونا فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کے ساتھ بے عملی مضر نہیں جبکہ فرائض و واجبات اور سنن موکدہ پر عمل کرتا رہے۔ اور کبر کے ساتھ نہ کوئی عمل مستحب نتیجہ خیز ہوتا ہے نہ علم مطلوب۔

از شیخ ابو عمرو عثمان بن مرزوق قرشی رح متوفی ۵۶۴ھ

حصول استقامت سے پہلے صاحب حال لوگوں کی وضع بنانے کی مضرت آپ (اپنے مریدین سے) فرماتے تھے کہ اصحاب احوال کی نقل اتارنے سے بچو جب تک کہ تم طریق میں پختہ کار ثابت قدم نہ ہو جاؤ کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو وہ تمہیں سیر (یعنی منازل تصوف کے طے کرنے) سے روک دیگا۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ اس میں ریا اور دعویٰ سے اطمینان نہیں۔

از شیخ ابو مدین مغربی جو ۵۸۰ھ میں موجود تھے

سب سے زیادہ نافع مشاہدہ فرماتے تھے کہ اس کا مراقبہ کرو کہ حق تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں اس کا مراقبہ کرو کہ تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ طریق اول اقرب الی الفنا ہے۔ ف یعنی جب کسی شخص کو یہ استحضار ہوجاوے کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں تو اس کی خواہشات اور ارادے بلکہ خود اپنا وجود کالعدم ہوجائے گا۔ یہی مقام فنا ہے جو منازل تصوّف میں انتہائی مقام ہے۔

ہمیشہ اپنے نفس کی نگرانی رکھنا فرمایا کرتے تھے کہ جو درویش ہر گھڑی میں یہ معلوم نہ رکھے کہ میری حالت میں کمی ہوگئی یا زیادتی وہ درویش نہیں۔ (یعنی درویش کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنی حالت کی فکر میں رہے۔ اگر زیادتی ہو تو شکر کرے اور کمی ہوجاوے تو تدارک کی فکر کرے) +

جو شخص ذکر اللہ میں مشغول ہو اُس کا ادب فرمایا کہ جو شخص حق تعالےٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونے والے کو قطع کرے (یعنی اس کا دھیان بٹائے) حق تعالےٰ اُس کو (اپنے سے) قطع فرما دیتے ہیں، اور جو شخص کسی مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول کرے اُس کو حق تعالےٰ کا غضب فوراً پکڑ لیتا ہے۔

از حضرت شیخ عبداللہ قریشی مجذوم

آپ کی کرامت زوجہ کے ساتھ مشہور ہے کہ اُس نے باوجود آپ کے جذامی ہونے کے آپ کے ساتھ نکاح کو محض لوجہ اللہ گوارا کیا۔ آپ جب اُس کے پاس تشریف لے گئے تو کرامت سے آپ کو حق تعالےٰ نے ایک جوان رعنا کی صورت عطا فرما دی۔ مگر اُس نے اصلی جذامی حالت میں رہنے

کی درخواست کی تاکہ اخلاص میں نفس کی آمیزش نہ ہو جاوے)

درویشوں کے ساتھ بدگمانی کا انجام بد فرمایا کہ ہم نے کبھی اس کے خلاف نہیں دیکھا کہ جو شخص مخلص اور سچے درویشوں پر اعتراض کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے تو ہمیشہ (اُس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے) اور بدترین حالت میں مرتا ہے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ اُس وقت ہے جبکہ اُن لوگوں پر اعتراض نفسانی شائبہ سے ہو کسی شرعی داعیہ پر مبنی نہ ہو۔

اعلیٰ درجہ کا اخلاص ارشاد فرمایا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ عبودیت (بندگی) اور اُس کے آداب کو مکمل کرو۔ اُس کے ذریعہ وصول الی اللہ کو بھی طلب نہ کرو۔ کیونکہ جب حق تعالےٰ تمہیں اپنے لئے بنالیں گے تو اپنے تک (خود ہی) پہنچادیں گے اور تمہارا کونسا عمل خالص ہے کہ تم اُس کے ذریعہ وصول کے طالب ہو۔

از حضرت شیخ محمد بن ابی جمرۃ رح

یہ حضرت عبداللہ ابن ابی جمرہ کے علاوہ دوسرے بزرگ ہیں جن کی وفات کچھ اوپر سن چھ سو ستر ہجری میں ہوئی ہے۔ جیسا کہ طبقات کبری کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان کا تذکرہ شیخ عبدالغفار رح سے پہلے لکھا ہے جن کی وفات سن مذکور میں ہوئی ہے۔

طبقات کبری میں آپ کے بعض ملفوظات ذکر

ایسے اسباب سے بچنا جس سے مرید کے دل میں شیخ کی عظمت کم ہو جاوے

کرنے کے بعد اُن پر بطور تفریع لکھا ہے۔ اسی لئے حضرات مشائخ نے فرمایا ہے کہ شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ مرید کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاوے اور یہ کہ بے ضرورت اس کے ساتھ مجالست کرے۔ کیونکہ اس سے یہ اندیشہ ہے کہ مرید کے دل سے شیخ کی عظمت نکل جاوے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اُس کی برکت صحبت سے محروم رہے گا۔

از حضرت شیخ ابوالحسن صائغ اسکندری

ان کا تذکرہ طبقات کبری میں شیخ عبدالغفار قوسی متوفی سن چھ سو ستر ہجری کے بعد اور شیخ ابومسعود بن ابی العشائر متوفی سنہ ۶۴۶ھ سے پہلے متصلاً لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان سب حضرات کا زمانہ قریب قریب ہے۔

فرماتے تھے کہ درویشوں کی خانقاہ | امردوں سے علیحدہ رہنا اور لوگوں کو اُن سے اور انکو لوگوں سے بجز مواقع ضرورت کے علیحدہ رکھنا

کے شیخ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ امرد لڑکوں کو خانقاہ میں رہنے دے جبکہ اُن کی وجہ سے وہاں کے درویشوں پر فتنہ کا اندیشہ ہو۔ بالخصوص جبکہ نوجوان حسین صورت ہو۔ ہاں اگر یہ لڑکا طرق فساد سے علیحدہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو لہو و لعب کے لئے اُس کے پاس وقت نہ ہو تو خانقاہ میں اُس کو رہنے کی اس شرط کے ساتھ اجازت

دے کہ شیخ اُس کی ضروری خدمت کا خود انتظام کرے۔

نقیب الفقراء (یعنی ناظم خانقاہ) کے سپرد نہ کرے۔ اِلّا اس صورت میں کہ نقیب الفقراء صاحب تمکین اور نفس پر قابو یافتہ ہو اور اُس پر کسی فساد کا خطرہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ نوعمر کو نہ چاہیئے کہ وہ مردوں کے ساتھ وسط حلقہ میں بیٹھے۔ بلکہ حلقۂ رجال کے پیچھے بیٹھنا چاہیئے اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ نہ کرے اور نہ کسی درویش سے اختلاط کرے جب تک کہ اُس کے داڑھی نہ نکل آئے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تمام استثناء انہیں بزرگانِ سلف کے زمانہ کیلئے تھے اور آج کل تو تمام احکام عام ہیں اُن میں کوئی کسی کا استثناء نہیں نہ صالح امردوں کا استثنا ہے نہ صالح درویش کا بلکہ آج کل تو سب سے یہ کہا جائے گا ؎

ہرگز بگندمی گوں لا تقرب بواکہ زہر است
حال پدر بیاد از آدم اکتساب دارم

از حضرت شیخ ابو مسعود ابن ابی العشائر متوفی ۵۷۷ھ

جو چیزیں حق تعالےٰ سے دُور کرنے والی ہیں اگرچہ اسباب بعیدہ ہوں اُن سے بھی احتراز چاہیئے۔ | فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے ذمہ لازم ہے کہ ان خیالات کا مادہ قطع کرو جو تمہیں اپنے طرف مشغول کرنے والے اور جن سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی

ایسا خیال آوے تو اُس سے اعراض کرو۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ۔ اور فرماتے تھے کہ اس سے بچو کہ دل میں آنے والے وساوس و خطرات کو قرار دے لو۔ کیونکہ وسوسہ جب قلب میں ٹھہر جاتا ہے تو اُس سے فکر پیدا ہو جاتا ہے پھر فکر سے ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ارادہ قوی ہو جاتا ہے۔ تو وہ ایک غالب آجانے والی ہوٰ نفسانی ہو جاتی ہے اور جب ہوٰ غالب آئی تو قلب ضعیف ہو جاتا ہے اور اُس کا نور جاتا رہتا ہے۔ اور بسا اوقات نور قلب بالکل ضائع ہو جاتا ہے اور اُس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور اُس پر پردہ سا پڑ جاتا ہے۔

قرب الٰہی کے ذرائع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اگرچہ ذرائع بعیدہ ہوں آپ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو چاہیئے کہ ذاتِ حق تعالےٰ میں ایسا محو ہو جاوے کہ ماسوا سے غفلت پیدا ہو جاوے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اُس کی ذات کے ساتھ اشتغال کی کیفیت پیدا کرے اور اگر اس سے بھی عاجز ہو تو کم از کم حق تعالےٰ کی اطاعت ہی میں مشغول رہے۔ اور اطاعت میں اشتغال نہ کرنے کا میرے نزدیک کوئی عذر (مسموع) نہیں۔ کیونکہ یہ درجات ترقی میں سے بالکل ابتدائی درجہ ہے۔

مجاہدہ کی سہل ترین تدبیر فرمایا کرتے تھے کہ سالک پر واجب ہے کہ جب اپنے نفس میں کوئی خلق رذیل دیکھے مثلاً کبر یا شرک اشر کے

مراد ریا ہے) یا بخل یا کسی مسلمان پر بدگمانی کرنا وغیرہ تو اُس کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اُس کی خواہش کے خلاف میں داخل کرے (مثلاً کسی کے مقابلہ میں کبر ہے تو اُس کے ساتھ تواضع کا برتاؤ کرے۔ بخل ہے تو صدقہ خیرات کرے) پھر اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور اللہ تعالےٰ کی قوت و توفیق سے اور مجاہدات سے استعانت کرے۔ تو اُس کے نفس کے اخلاق رذیلہ ضعیف ہو جائیں گے۔ اور نُور قلب بڑھ جائے گا۔ پھر حق تعالےٰ اپنی محبت کا کوئی ذرّہ عطا فرما دیں گے تو تمام (مضر اور فضول) چیزوں کو بلا مشقّت چھوڑ دے گا اور ہر مرغوب نفسانی بلا مجاہدہ قطع ہو جائے گا۔

نفس کا حق ادا کرنا چاہیئے مگر اُس کو تجاوز عن الحد سے روکنا چاہیئے ایک کلام طویل کے دوران میں ارشاد فرمایا کہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے نفس کو اُس کا حق دے یعنی کھانا پینا (اور ضروری راحت وغیرہ) البتہ اُس کو ایسی چیز سے دُور رکھے جو اُس کو حدود سے نکال دے۔ کیونکہ انسان کا نفس اُس کے پاس حق تعالےٰ کی امانت ہے۔ اور ایک سواری ہے جس پر وہ سلوک کا راستہ چلتا ہے اس لئے اُس پر ظلم کرنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسے کسی غیر پر ظلم کرنا۔

اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھنے کی برکات فرمایا اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھنا ہر سعادت و نیک بختی کی کنجی ہے اور یہی راحت کا مختصر راستہ ہے۔ اسی سے قلب پاک ہوتا ہے۔ اور نفس کمزور

ہوتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کے ساتھ اُنس قوی ہو جاتا ہے۔ پھر قلب میں محبت الٰہی واقع ہوتی ہے اور صدق و اخلاص حاصل ہو جاتا ہے اور یہی ایک ایسا پاسبان ہے جو سوتا نہیں۔ اور ایک منتظم ہے جو غفلت نہیں کرتا۔

نفس کے مقابلہ میں غلو نہ کرنا چاہیئے | فرمایا کہ سالک پر واجب ہے کہ بالکلیہ نفس کی مخالفت و مقابلہ میں منہمک نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اسکے ساتھ مقاومت و مقابلہ میں مشغول ہو گا تو نفس اُس کو (ترقی سے روک کر ایک جگہ) ٹھہرا دے گا۔ اور جو اُس کو آزاد چھوڑ دیا تو اُس پر سوار ہو جاوے گا۔ بلکہ چاہیئے کہ نفس کو دھوکہ دے اس طرح کہ اُسکو معمولی درجہ کی راحت دے پھر اُس سے کم درجہ کی طرف منتقل ہو جاوے اور جو شخص کہ نفس کی مقاومت و مقابلہ کرتا رہے اور اُس کا مقابل و حریف بنتا ہے تو نفس اُس کو اپنے ہی میں مشغول کر لیتا ہے۔ اور جو شخص اُس کو خداع و تدبیر کے ساتھ پابند رکھے اور اُس کی خواہشات کا تابع نہ بنے تو نفس اُس کا تابع ہو جاتا ہے۔

از شیخ ابراہیم دسوقی قریشی متوفی ۶۷۶ھ

مرید کو ہر فضول کام و کلام سے روکنا | فرمایا کہ مرید کے ذمہ واجب ہے کہ پہلے اتنا علم حاصل کرے جتنا اس کے ذمہ ادائے فرض و نفل کیلئے واجب ہے اور فصاحت و بلاغت (و ادب) میں مشغول نہ ہو۔

کیونکہ یہ اُس کو اپنی مراد سے غافل کرنے والے ہیں۔ بلکہ اُسکو چاہیئے کہ عمل کے بارے میں صلحاء کے حالات کی تفتیش کرے اور ذکر اللہ پر مداومت کرے۔

شیخ کی ضرورت کا سبب | فرمایا کہ بخدا اگر لوگ (رذائل سے) صحیح ہجرت اختیار کر لیتے اور امر الٰہیہ کے تحت میں داخل ہو جاتے تو وہ شیوخ سے مستغنی ہوتے۔ لیکن وہ اس طریق میں امراض و آفات لے کر داخل ہوتے ہیں اس لئے حکیم کی ضرورت پڑتی ہے۔

اتباعِ شیخ کا لازم و ضروری ہونا | فرمایا کہ شیخ مرید کے لئے بمنزلہ حکیم کے ہے۔ جو مریض حکیم کے کہنے پر عمل نہ کرے گا اُس کو شفا حاصل نہ ہو گی۔

غیر اہل کے سامنے کلام پیش کرنے کی ممانعت | فرمایا کرتے تھے اے عزیز میرا کلام ایسے لوگوں کے سوا کسی کو نہ سُناؤ جو ہماری جماعت میں سے ہے اور ہمارے طریق پر چلنے کو پسند کرتا ہے۔ اور بجز ایسے محب کے جو اُس کو قبول کرے۔ اور ہماری اطاعت کرے اور کسی کو نہ سُناؤ۔ کیونکہ غیر اہل کے سامنے ہمارے کلام کا ذکر کرنا بمنزلہ ستر دکھلا دینے کے ہے (کہ اُس کو پوشیدہ رکھنا ضروری ہے)۔

خلوت کے مفید ہونے کی شرط | فرماتے تھے کہ خلوت اُس وقت تک مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شیخ کے مشورہ سے نہ ہو۔ ورنہ خلوت کا فساد اُس کے نفع سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

صرف صورت ورسم پر بغیر حقیقت کے قناعت نہ کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ جو شخص قوم (صوفیاء کرام) کی وضع لباس اختیار کرے تو محض یہ خرقہ، تصوف اور وضع اُس کو کچھ نفع نہ دے گی۔ کیونکہ یہ محض اُمور ظاہرہ ہیں اور قوم کا عمل سب جوانب (کو جمع کرنا ہے) یعنی یہ حضرات صرف ظاہر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ سب پہلوؤں کو جمع کرتے ہیں جن میں اصل عمل باطن ہے اسی کا اہتمام کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ اسی کے ذریعہ سے کامل رجال کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ محض خرقہ پہن لینے یا سند اجازت حاصل کر لینے سے کبھی کاملین کے درجہ کو پہنچ گیا ہو۔ بلکہ ایسا کرنا مرید کو طلب ترقی سے روکنے والا ہے۔ حالانکہ ترقی کی اس طریق میں کوئی انتہا نہیں ہے

اے برادر بے نہایت درگہے است
ہرچہ بروے میرسی بروے مأیست (مترجم)

اس زمانہ میں تربیت کا نفع کم ہوتا ہے

ایک کلام طویل کے بعد فرمایا کہ اہل تمکین کا جو یہ فعل ہے کہ اعوام کے رذائل اور نقائص کی طرف اصلاح کی غرض سے التفات نہیں کرتے اور اُن کے لئے صرف دُعا پر اکتفا کرتے ہیں) یہ فعل دلیل ہے اس امر کی کہ اس زمانہ میں سلوک کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ کیونکہ ابنائے زمانہ کے معالجہ و اصلاح کی فکر درویش کو اپنے نفس کی مہمات سے غافل کر دینے

والی ہے اور پھر اُس کا بھی کوئی ثمرہ و نتیجہ نہیں نکلتا جیسا کہ مشاہدہ ہے۔
حضرت مصنّف فرماتے ہیں کہ طالب صادق جو مجاہدہ کے لئے تیار ہو اس سے مستثنیٰ ہے اگرچہ ایسے شخص کا وجود اس زمانہ میں قلیل ہے۔

از حضرت شیخ داؤد کبیر بن ماخلا رحمۃ اللہ علیہ

(ان کا زمانہ معلوم نہیں ہوا جن صاحب کو معلوم ہو اضافہ فرماویں)

اہلِ کمال ظاہر ہو کر بھی مخفی رہتے ہیں | فرماتے تھے یہ کوئی بڑا کمال نہیں کہ لوگوں سے علیحدہ خلوت میں چھپ کر اپنے حالات کا اخفاء کرے۔ بلکہ کمال کی بات یہ ہے کہ لوگوں میں ظاہر اور ملا جلا رہے۔ اور پھر اُن پر مخفی رہے۔ (کیونکہ اہلِ کمال اپنے علو رُتبہ کی وجہ سے عوام پر مخفی رہتے ہیں۔ اگرچہ خمول و عزلت اختیار نہ کریں)

کمال تربیت | ارشاد فرمایا کہ کامل وہ شخص نہیں جو تمہیں دوا کا صرف پتہ بتلا دے بلکہ کامل وہ ہے جو اپنے سامنے تمہاری دوا و علاج کرے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ دوا کا نام و پتہ بتلا دینا تو کوئی مشکل کام نہیں ہر شخص کر سکتا ہے اور سامنے رکھ کر معالجہ کرنا اُسی شخص کا کام ہے جو قوی الہمۃ صاحب البرکت کامل الشفقت ہو۔ اور حق تعالیٰ کی عادت لازمہ ہے کہ اس پر نفع ضرور مرتب ہوتا ہے

علم مقبول کی شان | فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے قلب پر علوم حقیقیہ جو بارگاہ ربوبیت سے

عطا ہوتے ہیں۔ اس طرح فائض فرماتے ہیں کہ اُن میں ظواہر شرعیات کے اعتبار سے کوئی اشکال رہتا ہے اور نہ قواعد عقلیہ کے اعتبار سے۔

بعض اسرار طریق کے ظاہر کرنے کی ممانعت فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایسے اسرار کو ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا اظہار مناسب نہ تھا۔ اور ایسے علم مستور کو ظاہر کرتا ہے جس کا اعلان لائق نہ تھا تو دنیا میں اُس کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ لوگ اُس سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور کبھی اس سے بھی زیادہ سخت سزا ہوتی ہے (مثلاً حجاب حائل ہو جانا)

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایسے اسرار و علوم جن کا افشا و اظہار ممنوع ہے اُن کی تعیین اس طرح ہو سکتی ہے کہ اُن کے اظہار سے قلب میں ایک تنگی اور کھٹک ہوتی ہے۔ اور یہ صورت علوم معاملہ جو عامۂ مسلمین سے متعلق ہیں اُن میں نہیں ہوتی کیونکہ وہ علوم تو وضع اسی لئے کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو پہنچائے جائیں اور اُن کا اتباع کیا جاوے (بلکہ علوم مکاشفہ و اسرار و حقائق میں ایسی صورتیں ہوتی ہیں)

منتہی بھی تربیت سے مستغنی نہیں ہوتا اگرچہ وہ تربیت غیبی حضرت حق کی طرف سے ہو۔ فرمایا کہ شیخ و مصلح اپنے درجہ سے مافوق کی تربیت کا اس سے زیادہ محتاج ہے کہ مرید اپنے شیخ کا محتاج ہوتا ہے۔

مرید اپنے شیخ سے بقدر محبت نفع حاصل کرتا ہے | فرمایا کہ مریدین کے قلوب پر انوار کی بارش کا ذریعہ مرید کی صدق محبت ہے (یعنی جس قدر زیادہ مخلصانہ محبت شیخ سے ہو گی اُسی قدر انوار و برکات زیادہ حاصل ہوں گے۔

عارف کا خادم ہونا اور خلق کا تابع عارف ہونا | فرمایا کہ عارف دُنیا میں دوسروں کے لئے ہے اپنے لئے نہیں اور دُوسرے لوگ اُس کے لئے ہیں دُوسروں کے لئے نہیں (یعنی حق تعالے کے قلب میں خدمت خلق کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں وہ ہمیشہ انہیں کی فکر میں رہتا ہے اور ادھر مخلوق کے قلوب میں اُس کی خدمت و اتباع کا داعیہ پیدا فرما دیتے ہیں)

توجہ الی اللہ اور توجہ الی الخلق کے آثار و علامات | فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے قلب کو اللہ تعالے کی طرف متوجہ کرتا ہے تو قلب مجتمع ہو جاتا ہے تشتت و پریشانی جاتی رہتی ہے اور جب مخلوق کی طرف متوجہ کرتا ہے تو قلب منتشر ہو جاتا ہے (پریشانی و تشتت پیدا ہو جاتا ہے۔

اپنے سے کم درجہ لوگوں کی تربیت کا طریقہ | فرمایا کہ عارف کے لئے لازم ہے کہ اپنی ہمت کے درجہ علیا سے مرید کے درجہ کی طرف تنزل کرے تاکہ اُس کی تربیت کر سکے (یعنی شیخ کے حالات اپنے سے قریب دیکھے گا تو اُس کو ان کے حصول کی طمع ہو گی اور کوشش کرے گا اور اگر بہت بلند دیکھا تو مایوس ہو کر رہ جائے گا۔ نیز چونکہ نفع کی

شرط مناسبت ہے اور مرید اس کے حالی مقام سے بعید ہے اس لئے مناسبت کی صورت یہ ہے کہ خود اپنے درجہ سے تنزل کر کے تربیت کرے جیسے متبحر عالم میزان پڑھاوے تو تقریر میں میزان والے کی استعداد کا لحاظ رکھے۔

بعض وہ لوگ جو صاحب کرامت نہیں اصحاب کرامت سے افضل ہیں

فرمایا کہ بعض اوقات ایک عارف آدمی اپنی کشتی میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے اصحاب کرامت اولیاء اللہ اسکے گرد پانی پر بذریعہ کرامت پیادہ چلتے ہوتے ہیں۔ یہ سب اُس عارف سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کا حال یہ ہے کہ اگر وہ اُن کے ساتھ دریا میں اُتر جاوے تو غرق ہو جاوے کیونکہ وہ صاحب کرامت نہیں ہے)

کسی حال پر قناعت نہ کرنا ترقی ہے اور قناعت کرلینا تنزل

فرمایا کہ حقیقت طریق کی یہ ہے کہ تم ہمیشہ مفلس رہو (یعنی غیر حاصل شدہ درجات متوقعہ کے اعتبار سے) اور یہ کہ تم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے طالب رہو۔ اور جب تم نے یہ خیال کر لیا کہ مجھے وصول ہو گیا تو سمجھ لو کہ وصول نہیں ہوا

اور جب تمہارا یہ گمان ہو کہ میں کامیاب ہو گیا تو سمجھ لو کہ کامیاب نہیں۔ اور جب یہ گمان ہو کہ تم نے کوئی حال پیدا کر لیا ہے تو سمجھ لو کہ تمہیں کوئی حال حاصل نہیں۔

از حضرت شیخ محمد بن عبد الجبار نفریؒ

یہ بزرگ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے متقدم ہیں

حق تعالےٰ کے شدت غضب کی علامت

ارشاد فرمایا کہ جو گناہ حق تعالےٰ کے (زیادہ) غضب کا سبب ہوتا ہے اُس کی علامت یہ ہے کہ اُس کے بعد اُس کی رغبت دنیا کی طرف بڑھ جاتی ہے۔ اور جس کی رغبت دُنیا کی طرف بڑھ گئی تو اُس کے لئے کفر کا دروازہ کھُل گیا۔ کیوں کہ (رغبت دُنیا سبب ہے اکثر معاصی کا) اور معاصی قاصد ہیں کفر کے تو جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوگا تو وہ جس قدر اُس میں آگے بڑھے گا اُسی قدر کفر کا حصّہ لیتا رہے گا۔

طبقات کبریٰ جلد اوّل کا انتخاب یہاں ختم ہوا

فالحمد للہ علیٰ ذلک

انتخاب جلد ثانی از طبقات کبریٰ

از حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ متوفی ۶۵۶ھ

کشف والہام کا حجت نہ ہونا ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا کشف کتاب وسنت کے خلاف ہو تو کتاب وسنت کا اتباع کرو اور کشف کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے کہدو کہ اللہ تعالےٰ نے میرے لئے اسکی ذمّہ داری کرلی ہے۔ کہ کتاب وسنّت (یعنی قرآن وحدیث) کے اتباع میں گمراہی سے محفوظ رہوں گا۔ اس کی ذمّہ داری نہیں فرمائی کہ کشف والہام یا مشاہدہ کے اتباع میں بھی مجھے محفوظ رکھا جائے گا۔

استغفار کی فضیلت ارشاد فرماتے تھے کہ گناہوں کی وجہ سے بلائیں انسان پر آتی ہیں اُن سے بچنے کے لئے سب سے زیادہ محفوظ قلعہ استغفار ہے۔

قبض باطنی کے اسباب اور اُس کا علاج اور اس پر صبر آپ فرماتے تھے کہ قبض کے تین سبب ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ کوئی دنیوی نعمت تم سے جاتی رہی۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص تمہارے نفس یا آبرو کے متعلق تمہیں ایذا پہنچاتا ہو (ان

وجوہ سے قبض طاری ہو جاتا ہے) پس اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو (علاج اُس کا یہ ہے کہ) استغفار کرو۔ اور اگر تمہاری کوئی دینوی نعمت زائل ہو گئی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرو (یعنی اُس سے دُعا مانگو وہ تمھیں اُس کا نعم البدل عطا فرمائے گا) اور اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو صبر کرو اور اُس کو برداشت کرو۔ یہی تمہارے قبض کا علاج ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ نے تمہیں قبض کے سبب پر مطلع نہیں فرمایا تو تقدیر الٰہی پر راضی ہو کر مطمئن اور ساکن ہو جاؤ کیونکہ تقدیر تو جاری ہونے والی ہے۔

بغیر اتباع سنت کے سلوک کا ناقص ہونا فرماتے تھے کہ درویش اگر پانچ وقت کی نماز باجماعت میں مداومت نہ کرے تو اُس کا کچھ اعتبار نہ کرو۔

خود بینی کا علاج اور حالات باطنی کی حفاظت فرماتے تھے کہ اگر تم کو اپنی کوئی حالت ظاہر یا باطنی پسند ہو اور یہ خوف ہو کہ کہیں یہ حالت زائل نہ ہو جاوے تو یہ دُعا پڑھ لو ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔

ف۔ اس دُعاء کی برکت سے یہ حالت بھی محفوظ ہو جائے گی اور جب اس دُعا کے معنیٰ کا استحضار ہو گا تو خود بینی بھی پیدا نہ ہو گی کیونکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ جو حالت حاصل ہے وہ محض اللہ تعالےٰ کی مشیت و ارادہ سے ہے بغیر اُس کی امداد کے ہمیں کسی چیز پر قدرت نہیں پھر ہم کیا ناز کریں۔

طریق تصوف میں رفیق کا شرط ہونا فرماتے تھے کہ عالم کا سلوک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کسی رفیق صالح یا شیخ ناصح کی صحبت میں نہ رہے۔

جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا اور اُن کے حقوق پہچاننا فرماتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اگرچہ وہ گناہ گار فاسق ہوں اور اُن پر تعزیرات بھی جاری کرو (یعنی ساتھ رہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُن کے فسق و فجور میں شرکت یا سکونت کرو) اور اُن سے (چند روز کے لئے) قطع تعلق بھی کرو تو بہ نیت رحمت و شفقت نہ بہ نیت تعزیر و سزا۔

طلب کرامات کی مذمت اور یہ کہ سب سے بڑی کرامت کیا ہے ارشاد فرمایا کہ کرامات اُس شخص کو نہیں دی جاتی جو خود اُن کو طلب کرے یا جس کے دل میں اُن کا خطرہ بھی پیدا ہو یا وہ شخص جو انہیں کی طلب کے لئے عمل کرتا ہو۔ بلکہ کرامات اُس شخص کو عطا ہوتی ہیں جو اپنے نفس اور اپنے عمل کو کچھ نہ سمجھے اور اللہ تعالے کی مرضیات میں لگا رہے۔ اُس کے فضل پر اُس کی نظر ہو اپنے نفس اور اپنے عمل سے مایوس ہو۔

اور فرماتے تھے کہ کوئی کرامت ایمان اور اتباع سنت سے بڑی نہیں۔ جس شخص کو یہ کرامت حاصل ہو اور پھر بھی وہ دوسری کرامتوں کا مشتاق ہو وہ بندہ افترا پرداز جھوٹا ہے ایمان و اتباع

پرادنے چیزوں کو ترجیح دیتا ہے۔ یا علم صحیح کے سمجھنے میں غلطی کرنے والا ہے (کہ غلط عقیدہ میں مبتلا ہے) اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو بادشاہ نے اپنی حضوری و ہم نشینی کا اعزاز دیا ہو اور پھر وہ (شاہی) سائس بننے کا اشتیاق ظاہر کرے۔

انتقام کا ارادہ کرنا طریق کے خلاف ہے | فرمایا کہ ولی میں یہ بھی ایک مخفی شہوت نفسانی ہے کہ وہ اُس کا ارادہ کرے کہ مجھے ظالم پر نصرت حاصل ہو۔

عارف جائز لذتوں سے منقبض نہیں ہوتا | فرماتے تھے کہ عارف باللہ کو نفس کی لذتیں منغض و مکدّر نہیں کرتیں اس لئے کہ وہ (ہر وقت) اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے اُس چیز میں بھی جس کو لیتا ہے اور اُس میں بھی جس کو چھوڑتا ہے۔ مگر یہ کہ وہ لذات گناہ ہوں۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بخلاف زاہد کے کہ وہ جائز لذتوں سے بھی مکدّر ہوتا ہے۔ کیونکہ اُس کی نظر بالذات احوال نفس اور اُس کے علاج کی طرف ہے اگرچہ مقصود اس علاج سے اللہ تعالےٰ ہی کا قرب ہو۔

تکثیر مریدین کی حرص کا مذموم ہونا | فرماتے تھے کہ ایک مرید جو تمہارے اسرار و حقائق سمجھنے کی صلاحیت رکھے ایسے ہزاروں مریدوں سے اچھا ہے جو اس کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنے کی سزا | فرماتے تھے کہ جو شخص کاملین

کے احوال پر اعتراض کرتا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ اپنی موت (معروف) سے پہلے تین قسم کی موت کا مزا چکھے۔ ایک موت ذلّت (یعنی عزّت وجاہ کا فنا ہونا) اور دُوسری موت فقرو محتاجی۔ اور تیسری موت لوگوں کا محتاج ہونا۔ اور اُس کے ساتھ یہ بھی کہ کوئی اُس پر رحم نہ کرے۔

از شیخ احمد ابو العباس مرعشی متوفی ۶۸۶ھ

جس کو صالح مریدین حاصل ہوں وہ تصنیف کتب سے مستغنی ہے فرماتے تھے کہ میری کتابیں میرے مرید ہیں۔

تمام ارادوں کا فنا کردینا فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص شہرت کو پسند کرتا ہے وہ شہرت کا بندہ ہے اور جو خمول وگمنامی کو پسند کرتا ہے وہ گمنامی کا بندہ ہے۔ اور جو اللہ کا بندہ ہے اُس کے نزدیک دونوں حال برابر ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُس کو مشہور فرمادیں یا گمنام رکھیں۔

طریق باطن کی برکت علم ظاہر میں فرمایا کہ جو شخص بزرگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور علم ظاہر کا عالم ہے تو اس کا علم اس صحبت سے اور بھی زیادہ روشن ہوجاتا ہے۔

شیخ کا مرید کے دل میں ہونا اس کے لئے اس سے زیادہ نافع ہے کہ مرید شیخ کے دل میں ہو فرمایا کہ تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم اُس کے دل میں رہو بلکہ اپنے دل سے اس کا مطالبہ کرو

کہ شیخ اُس میں رہے۔ تو جس قدر تم اس کو اپنے دل میں رکھو گے اُسی قدر شیخ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے گا۔

حبِ دُنیا کی علامت فرماتے تھے کہ حبِ دُنیا کی علامت یہ ہے کہ لوگوں کی مذمت سے ڈرے اور اُن کی مدح و ثنا کی محبت رکھے۔ کیونکہ اگر یہ زاہد ہوتا تو نہ اُس سے ڈرتا نہ اس کی محبت کرتا۔

عارف کا لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے پر مضطر ہونا فرمایا کرتے تھے کہ بخدا میں نے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اُس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک مجھے محرومی سے نہیں ڈرایا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ اگر تم لوگوں کے ساتھ (بغرض افادہ) مجلس نہ کروگے تو جو دولت باطن ہم نے تمہیں عطا کی ہے سلب کرلی جاوے گی۔ حضرت دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہر عارف کا یہی حال ہے کہ اگر وہ افادہ نہ کرے تو منجانب اللہ اُس کو فیض نہیں پہنچتا۔

مرید کو خود رائی سے نکالنا چاہیئے اگرچہ اوراد ہی کے بارے میں ہو آپ کی عادت تھی کہ اگر کسی مرید کو دیکھتے کہ اس نے کچھ اوراد و معمولات اپنی رائے اور خواہش سے خود شروع کردئے تو اُن کو چھوڑ وادیتے تھے۔

لوگوں کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو اُن کا حق تعالیٰ کے ساتھ ہو آپ کی عادت تھی کہ آنیوالے لوگوں کی تعظیم اُسی قدر کرتے تھے جس قدر اُس کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سمجھتے تھے۔ کیونکہ

اُس کے طرز سے یہ محسوس کر لیتے تھے کہ اپنی عبادت پر اُس کی نظر ہے اور (بعض مرتبہ) کوئی گناہ گار آتا تو اُس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب کہ یہ معلوم ہوتا کہ ذلت و تواضع کے ساتھ آیا ہے۔

شیخ و مرید کے باہمی معاملہ کا پورا حق

فرماتے تھے کہ مشائخ کیلئے تو مناسب یہ ہے کہ مریدین کے حالات کی خبر رکھیں اور مریدین کے لئے بھی یہ جائز ہے کہ شیخ سے اپنے تمام باطنی احوال ذکر کر دیں۔ کیونکہ شیخ مثل طبیب کے ہے اور مرید کی حالت مثل ستر کے ہے اور کبھی طبیب کے سامنے بضرورت علاج ستر کھولنا بھی پڑتا ہے اور در حقیقت جو مرید اپنے کسی حال کو شیخ سے پوشیدہ رکھے وہ اُس سے اجنبی ہے۔ اُس کے ساتھ متحد نہیں ہوا۔

حق تعالیٰ سے خوف اور اُس کی محبت کا کیا درجہ رہنا چاہیئے

اپنے شیخ کا مقولہ نقل فرماتے تھے کہ جب تم سے کوئی یہ پوچھے کہ تمہیں حق تعالیٰ کا خوف ہے یا نہیں تو کہہ دو کہ ہے مگر جتنا اللہ تعالیٰ نے میرے اندر پیدا فرما دیا ہے (اُسی قدر ہے) اسی طرح اگر محبت کے متعلق سوال کیا جاوے تب بھی یہی جواب دو (کیونکہ اگر صرف اتنا کہو کہ ہے تو اس میں ایک دعویٰ ہے۔ اور اگر کہو کہ نہیں تو ادب کے خلاف اور ناشکری ہے۔ اور جو شخص مذکورہ طریق پر چلے اُس کا امتحان نہ کیا جاوے گا۔ کیونکہ اُس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے نہ کہ اپنے نفس پر)

کی شان میں (فرق) درباره خوف ورجا عوام وخواص فرماتے تھے کہ عوام کی حالت تو یہ ہے کہ اُن کو خوف دلایا جاوے تو ڈرنے لگتے ہیں اور اُمید وراحت دلائی جائے تو اُمید کرنے اور خوش ہونے لگتے ہیں۔

اور خواص کی شان (اس کے برعکس) یہ ہے کہ جب اُن کو خوف دلایا جاوے تو اُمید وار ہوتے ہیں اور جب اُمید دلائی جاوے تو ڈرتے ہیں۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ راز اسمیں یہ ہے کہ بوقت خوف ان کے دل سے رجار غائب نہیں ہوتی اور بوقت رجا خوف غائب نہیں ہوتا۔ بخلاف عوام کے (کہ ان کے ذہن میں دُوسری جانب نہیں رہتی)

از حضرت علی بن محمدؒ متوفی ۳۱۰ھ

خوف کے ساتھ بے عملی بہتر ہے اُس عمل سے جس کے ساتھ دعویٰ ہو | فرمایا کہ وہ نماز جس کا نتیجہ ہو کہ بزرگی اور مقبولیت کا دعویٰ (دل یا زبان پر) آنے لگے وہ رعونت وحماقت ہے اور وہ نیند جس کا نتیجہ خوف ہو وہ دین میں مددگار ہے۔

فقہا کی ضرورت اور صوفیہ کی حاجت میں فرق | فرمایا کہ علمائے ظاہر جب تم سے پوچھیں کہ تم نے صوفیائے کرام سے کیا فائدہ حاصل کیا تو کہو کہ جو اقوال احکام دین کے متعلق آپ حضرات سے سیکھے تھے ان پر

اچھی طرح عمل کرنا اُن سے سیکھا ہے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کوئی شخص علمارِ ظاہر سے عملی کمال بھی حاصل نہ کرے جب بھی اُس کو یہ درست نہیں کہ فقہا وعلمار کی ضرورت کی نفی کرے (کیونکہ حُسنِ عمل سے پہلے علم صحیح کی ضرورت ہے اور وہ انہیں حضرات سے حاصل ہوتا ہے۔

عادات کے آثار واحکام اور فرمایا کہ جو شخص اپنے اخلاق عبادات کے آثار و احکام کا مالک ہوگیا (یعنی اُن پر قابو پالیا اُس نے اپنے حصہ کو اپنا غلام بنالیا اور جس کے اخلاق اُس کے مالک ہوگئے (یعنی مغلوب الاخلاق ہوگیا) وہ اپنے حصہ سے محجوب ومحروم ہوگیا۔

ف۔ مُراد یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم) کہ جس شخص نے اخلاق پر قابو پالیا وہ ہر خلق کا اور ہر حال کا پُورا حق ادا کرے گا۔ اور جس پر اخلاق غالب آگئے وہ ممکن ہے کہ ایک خلق یا ایک حال سے مغلوب ہوکر دوسرے اخلاق واحوال کی رعایت نہ کرسکے اسی لئے پہلا شخص اس طریق میں اکمل حصہ کا مالک ہے بخلاف دوسرے شخص کے

اور فرمایا کہ عادت وہ ہے جس میں نفس کی لذت ہو اور عبادت وہ ہے جو محض حق تعالےٰ کے لئے ہو جیسے تمام عبادات نماز روزہ اور سونا کھڑا ہونا اور کھانا وغیرہ کہ عارف کے نزدیک یہ سب عبادات ہیں۔ اور فرمایا کہ جس شخص کی عادات اُس کی مالک ہوگئی اس کی عبادات فاسد ہوگئی

اور جس شخص کو عادات سے آزادی مل گئی وہ عارف ہے یا مشاہدہ کرنے والا ہے۔

از حضرت شیخ ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ آپ نے ۸۲۵ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (اس سے ان کا زمانہ معلوم ہوا)

ریاکار کی علامت فرماتے تھے کہ ریاکار کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی عیب اُس کی طرف منسوب کیا جاوے تو اپنے نفس کی طرف سے جواب دہی کرنے لگے۔ اور جب دوسرے بزرگوں کا تذکرہ اُس کے سامنے کیا جاوے تو اُن کی تنقیص کرے۔

خلوت نشینی کی شرط فرماتے تھے کہ ہمارے علماء کا ارشاد ہے کہ خلوت نشینی اُس شخص کے لئے مناسب ہے کہ تفقہ فی الدین کر چکا ہو (یعنی علم شریعت میں ماہر ہو)

مشائخ پر بعض لوگوں کی خدمت کے ثقیل ہونے اور بعض کے ثقیل نہ ہونے کا سبب فرمایا کرتے تھے کہ مشائخ پر کسی درویش کی خدمت (بدنی یا مالی) ثقیل و ناگوار نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ اُس کے قلب میں کوئی مرض ہو جس کو اُس نے بزرگوں سے چھپایا ہو۔ چنانچہ بعض دفعہ کہہ بھی دیتے ہیں کہ تم ہمارا کام مت کرو۔

خواب پر مغرور ہونا فرمایا کہ جب تم خواب میں کوئی بشارت دیکھو

تو اپنے نفس سے راضی مت ہو جب تک تمھیں یہ یقین نہ ہو جاوے کہ حق تعالےٰ اُس سے راضی ہے۔ (اور ظاہر ہے کہ خواب سے اُس کو رضا کا یقین نہیں ہو سکتا۔

از حضرت شیخ سلیمان زاہد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی وفات ۸۲۰ھ کے چند سال بعد ہوئی ہے

مرید کے صدق و اخلاص کا امتحان آپ کی عادت تھی کہ بیعت سے پہلے سال بھر تک یا اس سے بھی زیادہ مرید کا امتحان کرتے تھے۔

مرید سے انتظاماً ترک تعلق کر دینا آپ کی عادت تھی کہ بعض مرتبہ مرید سے قطع تعلق کر دیتے تھے اور بعض مریدوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ (اُن کے پاس نہ آئے بلکہ) وضو خانہ میں رہا کرے۔ چنانچہ مرید اس کی تعمیل کرتے تھے۔

از حضرت شیخ شمس الدین حنفی متوفی ۸۴۷ھ

درویشوں کا قلب مکدّر کرنے کا انجام بد فرماتے تھے کہ درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی نہیں جس سے بے ادبی کرنے والوں کو مارا کریں۔ بلکہ اُن کی طرف سے سزا یہی ہے کہ اُن کا قلب (بے ادبی کرنے والے کی طرف سے) مکدّر ہو جاتا ہے۔ (جو اُس کے لئے دینی اور دُنیادی بربادی کا سبب ہو جاتا ہے۔

از حضرت شیخ مدین بن احمد اشمونی رحؒ

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت باطنی سیدی احمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر ہوئی اور انتہائی حضرت سید شیخ محمد حنفی رحؒ کے دستِ مبارک پر (اور ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ ابھی گذر چکا ہے)

بعض دقیق معاملات کی وجہ سے آپ کی عادت شریفہ تھی کہ

نکال دینے کی سزا! جب کسی مرید کو دیکھتے تھے کہ حلقۂ ذکر میں حاضر نہیں ہوتا تو اُس کو نکال دیتے تھے اور اپنے پاس نہ رہنے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک درویش سے آپ نے فرمایا کہ اے عزیز تم حلقہ میں کیوں حاضر نہیں ہوتے اُس نے عرض کیا کہ حاضری کی ضرورت تو اُس شخص کے لئے ہے جس میں کوئی کسل اور سُستی ہو تاکہ حاضری حلقہ سے اُس کو قوت پیدا ہو جاوے۔ اور الحمد للہ کہ مجھ میں کسل نہیں۔ شیخ نے اُس کو نکال دیا اور فرمایا کہ اس قسم کا آدمی تو ساری جماعت کو تباہ کردے گا کیونکہ ہر شخص یہی دعوی کرنے لگے گا۔ جس سے خلوت گاہ (خانقاہ) کا نظام مختل ہو جاوے گا۔

ان ہی کی دوسری حکایت ایک درویش ایک روز خانقاہ سے باہر نکلا ایک شخص کے ساتھ شراب کی ایک تھلیہ دیکھی اُس کو توڑ ڈالا شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس کو خانقاہ سے نکال دیا اور فرمایا کہ میں نے اُس کو اس وجہ سے نہیں نکالا کہ اُس نے ایک منکر یعنی

معصیت) کا ازالہ کیا۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے اپنی نگاہ کو اتنا آزاد کیوں چھوڑا کہ وہ اس معصیت کو دیکھ سکا۔ کیونکہ درویش کا کام یہ ہے کہ اس کی نگاہ اس کے موضع قدم سے تجاوز نہ کرے۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ غالباً شیخ نے اس مرید کو اس کا حکم کیا ہوگا کہ نظر بر قدم کا اہتمام رکھے اسی لئے اس کا اہتمام چھوڑ دینے پر تنبیہ فرمائی۔ اس توجیہ سے یہ اشکال رفع ہوگیا کہ دفعۃً بلا ارادہ کسی معصیت پر نظر پڑ جانا تو اختیاری نہیں ہے اور نہ شرعاً اس پر کوئی ملامت کی جاسکتی ہے۔ تو شیخ نے اس پر سزا کیوں کی۔

ف۔ ہمارے زمانے میں چونکہ دین کے ہر شعبہ میں عموماً اور سلوک و تصوّف میں خصوصاً سلف صالحین کے طرز عمل کو لوگوں نے بالکل بھلا دیا ہے۔ اب جو کوئی خدا کا بندہ اس پر عمل کرتا ہے تو ایک نئی چیز سمجھی جاتی ہے اور ناواقف لوگ اعتراض و انکار کے درپے ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اب بھی حضرت حکیم الامۃ دامت برکاتہم کی نیت انہیں بزرگوں کے نقش پر رہے ہے جس کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آتا ہے ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است
خم و خم خانہ با مہر و نشاں است

ازحضرت شیخ علی بن شہاب متوفی ۸۹۱ھ

خوف وخشیت اور اپنے نفس کا محاسبہ کثرتِ اعمال سے زیادہ بہتر ہے

فرماتے تھے کہ بندہ کی مجکو کثرتِ عبادات زیادہ پسند نہیں بلکہ مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے زیادہ ڈرے اور اپنے نفس پر نکتہ چینی (محاسبہ) کرتا رہے۔

امام شعرانی رح صاحب طبقات کبریٰ فرماتے ہیں کہ نویں صدی ہجری کے جن بزرگوں کا تذکرہ لکھنا مقصود تھا وہ اس جگہ ختم ہوگیا اور بہت سی جماعتوں کا ذکر ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب کو صرف اہلِ طریق کے احوال بیان کرنے کے لئے وضع کیا ہے اسی لئے ہم نے اس کتاب میں اکثر صرف ایسے ہی بزرگوں کا حال بیان کیا ہے جو اس طریق میں کلام کرنے کا حق رکھتے تھے یا اُن کے ایسے افعال تھے جن کو دیکھ کر مریدین کو عمل میں نشاط اور ہمت پیدا ہو۔ یہی طریقہ ہے مشائخ کی اقتدار واتباع کا۔ لیکن کرامات اور اعمال صالحہ کے نتائج وثمرات سو اُس میں غور وفکر کرنے کا محل یہ دُنیا نہیں ہے بلکہ اُس کا محل عالم آخرت ہے۔

ف۔ کیونکہ مدار اس دُنیا میں اعمال پر ہے نہ کہ نتائج اعمال پر اور نتائج وثمرات کی جگہ بھی اس میں دار آخرت ہی ہے۔

اس کے بعد امام شعرانی رح نے اپنے ایسے بزرگوں کا تذکرہ لکھا ہے

جن سے اُن کی ملاقات دسویں صدی ہجری میں ہوئی ہے۔ اور اُن میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جن کا کلام کتب تصوف میں ذکر نہیں کیا گیا۔ بجز شاذ و نادر کلمات کے اور بمناسبت کتاب ہم بھی اُس کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض اُن میں سے مجذوب ہیں جن کی اقتدا نہیں کی جا سکتی۔ اسی لئے میں نے (یعنی حضرت حکیم الامت مدظلہم مصنف رسالہ نے) اُن کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ مگر حضرت علی خواص رح جو شعرانی کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔ کیونکہ شعرانی رح نے طریق میں اُن کے کلمات طیبہ کا ایک خاص ذخیرہ نقل فرمایا ہے اس لئے میں نے اُس کو نقل کیا اور زیادتی فائدہ کے لئے بمناسبت موضوع کتاب اُن کے دُوسرے اقوال بھی شعرانی رح کے دو مستقل رسالوں سے نقل کر کے ان کے ساتھ ملا دیئے۔ ایک رسالہ کا نام درر الغواص اور اور دُوسرے کا کتاب الجواہر والدرر ہے۔

اور اب میں مقصود کو (یعنی مذکور الصدر مشائخ اور علی خواص رح کے حالات و مقالات) کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ ہی فیض اور جود و کرم کا مالک ہے۔ اور یہ مقصود تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

اوّل۔ جو سب سے پہلے ہے وہ اقوال متفرقہ ہیں۔ جو دسویں صدی ہجری کے مشائخ سے منقول ہیں۔

دوم۔ حضرت علی خواص رح کے اقوال جو طبقات کبری

سے نقل کیئے گئے ہیں۔

سوم۔ علی خواص کے وہ اقوال جو شعرانی رحمہ کے مذکور الصدر دونوں رسالوں سے لئے گئے ہیں۔

اور چونکہ ممدوح کے اقوال کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہوگیا۔ اس لئے اُن کا ایک مستقل نام مقالات الخواص فی مقامات الاخلاص تجویز کردیا گیا (تاکہ اُن کو علیحدہ بھی مستقل رسالہ کی صورت میں کوئی شائع کرنا چاہے تو کرسکے)

اب اس مقصد کو شروع کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ ہی کی توت و مدد کے بھروسہ اس میدان میں قدم رکھتا ہوں۔

دسویں صدی ہجری کے بعض مشائخ کے اقوال متفرقہ

ازحضرت محمد مغربی شاذلی

جن کی وفات سنہ ۹۱۰ھ کے کچھ بعد ہوئی ہے

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بحالت بیداری دیکھنے سے قلب کی بیداری مراد ہوتی۔ حواس جسمانیہ کی بیداری مراد نہیں۔ پھر اس دعویٰ پر دلیل ذکر کرکے فرمایا ہے کہ یہی بات حق صریح ہے۔

ترجمہ رسالہ

مقالات الخواص

فی

مقامات الاخلاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

میں مستحق ستائش (یعنی حق تعالےٰ) کی حمد کرتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور مستحق درود و سلام (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام بھیجتا ہوں جو کبھی منقطع نہ ہو۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عرض ہے کہ حضرت علی خواص قدس اللہ سرہٗ کے اقوال و ملفوظات کثیرہ میں سے یہ ایک مختصر سا حصہ ہے جس میں میں نے صرف اُن اقوال پر اختصار کیا ہے جن کو عوام کی عقلیں برداشت کر سکتی ہیں اور اُن کے بھی استیعاب و احاطہ کا ارادہ نہیں کیا اور یہ اقوال تین قسموں پر منقسم ہیں قسم اوّل وہ اقوال جو طبقات کبریٰ شعرانی رح سے لئے گئے ہیں۔ قسم دوم وہ اقوال جو رسالہ درعواص سے نقل کئے ہیں قسم سوم۔ وہ اقوال جو رسالہ الجواہر والدرر سے منقول ہیں اور بعض مقامات میں میں نے عبارت میں اختصار کر دیا ہے اور بعض جگہ بین القوسین چند کلمات و عبارات بغرض توضیح زیادہ کر دی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ ہی سے ہر مقصد میں مدد مانگی جاتی ہے اور وہی کرم و انعام کا مالک ہے۔

قسم اوّل

زیارت کے آداب حضرت خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زیارت کرنے والے کے آداب میں ہے کہ جس شخص کی زیارت کیلئے گیا ہے اُس کو اپنے جانے کی وجہ سے حق تعالیٰ کی طرف سے مشغول وغافل نہ کرے۔ خواہ مشغول نہ کرنے کی صورت یہ ہو کہ جس کی زیارت کے لئے گئے ہیں اُس کا حال اس قدر قوی ہے کہ کوئی چیز اُس کے لئے شاغل ومانع نہیں ہوتی۔ یا یہ کہ ایسے وقت زیارت کے لئے جادیں جب وہ فارغ ہوں۔ امام شعرانی رح فرماتے ہیں کہ اسی پر اسکو بھی قیاس کیا جاوے کہ اُس کے ضروری پیشہ اور کاروبار میں بھی حارج نہو۔ جس کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سوال سے محفوظ رکھتا ہے حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اسی پر بدرجہ اولےٰ اس کو بھی قیاس کیا جائے کہ اُس کی علمی خدمت میں حارج نہ ہو جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے۔

ارشاد۔ نیز فرماتے تھے کہ زیارت کرنے والے کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک اُس کو اپنے نفس پر یہ اطمینان نہ ہو کہ جس شخص کی زیارت کے لئے جاتا ہے اگر اُس کے عیوب دیکھے گا تو پردہ پوشی کرے گا اس وقت تک کسی کی زیارت کے لئے نہ جائے کیونکہ اس

صورت میں ترک زیادہ بہتر ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے وہ عیب مستثنیٰ ہے جو لوگوں کے دین میں ضرر رساں ہو کیونکہ ایسے عیب کا ظاہر کرنا واجب ہے۔

ہدیہ کے بعض دقیق آداب فرماتے تھے کہ کسی کو ابتداءً ہدیہ پیش مت کرو بجز دو صورتوں کے یا یہ کہ وہ فقیر و محتاج ہو۔ اور یا ہدیہ کا بدلہ دینے میں تکلف نہ کرتا ہو۔ کیونکہ جو شخص ایسے آدمی کو ابتداءً ہدیہ دے جس کی عادت یہ ہے کہ وسعت ہو یا نہ ہو ہدیہ کا بدلہ دینے میں ضرور تکلف کرتا ہے تو یہ ہدیہ پیش کرکے اس نے اس کے حق میں برا کیا کہ اس کو مکافات کی مشقت میں ڈال دیا۔ اور کتاب الجواہر میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے حضرت علی خواص سے سوال کیا کہ اگر وہ شخص بطیب خاطر مکافات کرتا (یعنی ہدیہ کا بدلہ دیتا) ہے تو کیا حکم ہے۔ فرمایا ایسی صورت میں مضائقہ نہیں۔

پھر میں نے سوال کیا کہ اگر یہ شخص فقیر ہو اور دعاء سے مکافات کرتا ہو۔ فرمایا کہ ایسے ہی شخص کو تو ہدیہ دینا چاہیئے کیونکہ اس کے متکفل حق تعالےٰ ہیں وہ اس کی طرف سے مکافات فرماتے ہیں۔

توحید کے بعض آثار آپ فرماتے تھے کہ جب کسی بندہ کی توحید کامل ہو جاتی ہے تو اس کے لئے اس کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ مخلوق میں کسی ایک شخص کا بھی سردار بنے کیونکہ وہ وجود صرف حق تعالیٰ ہی کا دیکھتا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام

اور خلفاء راشدین اور اُن کے امثال کی ریاست وسرداری (سے مغالطہ میں نہ پڑیں کیونکہ وہ محض) صورۃً ریاست تھی اور حقیقۃً محض انتظام تھا اور وہ بھی باجازت حق سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لئے یہ ریاست توحید کو مکمل کرنے والی تھی۔

کمال احسان | آپ فرماتے تھے کہ مرد کا کمال یہ ہے کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ اس طرح احسان کرے کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو اور وہ اس احسان کا اقرار بھی نہ کریں اور اُس کی طرف التفات بھی نہ کریں۔

سلب احوال سے متغیر و دل شکستہ نہ ہونا | فرماتے تھے کہ اُس شخص کی جو اپنے علم میں راسخ ہو علامت یہ ہے کہ سلب احوال کے وقت اُس کی تمکین و اطمینان اور زیادہ بڑھ جاوے کیونکہ اُس کو حق تعالےٰ کی معیت نصیب ہے اُن حالات کے ساتھ جس کو حق تعالےٰ پسند فرماتے نہ یہ کہ اپنے نفس کی معیت مرضیات نفس کے ساتھ۔ پس جو شخص اپنی حالت علم میں مثلاً لذت محسوس کرتا ہے وہ غیبت و حضور یعنی اس حال کے وجدان و فقدان کی دونوں حالتوں میں اپنے نفس کے ساتھ ہے۔

اپنے احوال میں شیخ کی توجہ کے انتظار پر بس کرنے اور عمل میں کوشش نہ کرنیکا ضرر | فرماتے تھے کہ درویش اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے شیخ سے اپنی تمام کلفتیں نہ اٹھالے کیونکہ جو شخص اپنے بوجھ اپنے شیخ پر ڈالتا ہے وہ بے ادب ہے سا تھ علاوہ ازیں جب وہ اس کا عادی ہو جاوے گا تو نفس اسی چیز کا خوگر ہو جائے گا

(کہ جو مشقت پیش آوے اُس میں شیخ سے مدد لے) تو اُس کی استعداد ناقص ہو جاوے گی۔ پس جب اُس کو کوئی صدمہ پہنچے گا تو اُس کی دیوار منہدم ہو جائے گی اور اُس کا شیخ اُس کو درست نہیں کر سکے گا۔

قسم دوم

مدح کرنے والے کی طرف مائل نہ ہونا شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی خواص رضہ سے دریافت کیا کہ کیا میں اُس شخص کی طرف بطور فال نیک لینے کے متوجہ نہ ہوں جو میری مدح کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مدح حق تعالےٰ کا ایک عنوان ہے۔ فرمایا نہیں جو تمہاری مدح کرتا ہے اُس کی طرف مائل مت ہو۔ کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو تمہارا نفس (مدح سُننے سے) مانوس ہو جائے گا اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی اور ہر وہ چیز جس سے تمہارا نفس مانوس ہو اُس کی وجہ سے تم (کاملین کے درجہ تک) پہنچنے سے پیچھے رہ جاؤ گے۔ نیز اُن آداب عبودیت کے ساتھ متخلق و متصف ہونے سے باز رہ جاؤ گے جن کی شان یہ ہے کہ تمہاری احتیاج دائمی اور پروردگار کا غنا دائمی مستحضر رہے۔

مواضع تہمت میں واقع ہونے کا ضرر شعرانی رح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خواص سے سوال کیا کہ مواضع تہمت میں داخل ہونا کیا کاملین کے لیئے مضر ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ

اپنے مریدین و متبعین کو تباہ کرتا ہے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ملامتیہ بنا بر تفسیر عوام کا طریقہ خلافِ اصل ہے اور بعض بزرگوں سے جو یہ طریقہ منقول ہے وہ ایسا ہے جیسے دوا کے لئے کوئی زہر کھالے۔ نیز جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اُن کے اتباع و مریدین بھی نہیں تھے۔

نفس کے خرق عادت کی طرف مائل ہونے کی مضرت | فرمایا کہ میں نے حضرت خواص سے سوال کیا خوارق عادات کی طرف مائل ہونا کیسا ہے۔ فرمایا کہ بڑی بے ادبی ہے کہ بندہ کو نعمت سے تو دلچسپی ہو اور منعم (نعمت دینے والے) سے نہ ہو۔ کیا تم ادنیٰ درجہ کی چیز یعنی نعمت سے بڑے درجہ کی چیز یعنی منعم کو بدلتے ہو۔

حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ نعمت میں خوارق عادات بھی داخل ہیں (اس لئے اُن کی طرف مائل ہونا بڑے درجہ کی چیز کو چھوڑ کر چھوٹے درجہ کی چیز لینا ہے)

بلا توشہ کے حج کے لئے جانے کی مضرتیں | فرمایا کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ بعض مشائخ ہر سال بغیر زادو راحلہ (سامانِ سفر) کے حج کرتے ہیں۔ کیا یہ محمود ہے۔ فرمایا کہ وہ شرعاً مذموم ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے حج فرض و نفل دونوں کے لئے استطاعت و قدرت شرط کی ہے تاکہ راستہ میں لوگوں کے احسانات نہ اُٹھائے اور اور جو شخص اس کو کھانا نہ کھلائے یا سواری پر سوار نہ کرے اُس کے

بغض اور بُرا سمجھنے میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ (ایسی حالت میں یہ امر عادۃً) لازمی ہے۔ اور وہ جو بعض سلف سے اس قسم کا سفر منقول ہے (سو اُس پر آجکل قیاس کرنا صحیح نہیں) کیونکہ اُن لوگوں نے کثرت سے مجاہدات کر کے نفس کو بھوک کا عادی بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ بعض لوگ چالیس روز یا اس سے بھی زیادہ نہ کھانے پر صبر کر سکتے تھے تو ان جیسے حضرات کے حال کو اُن کے لئے مسلم رکھا جاویگا (اُس پر نکیر نہ کیا جاوے گا) اور جو شخص لوگوں کو تیز زبانی کے ساتھ طعنے دے تو اُس کا ایسا سفر حرام ہے۔

اپنے بُرے حالات کا شیخ سے پوشیدہ نہ رکھنا ہم نے آپ سے دریافت کیا کہ خیالات و خطرات قبیحہ شہوانیہ وغیرہ جن کا اظہار عرفاً خلاف حیا سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ غالب ہوں تو کیا مرید کو چاہئے کہ صراحۃً شیخ کے سامنے زبان سے اُن کو ظاہر کر دے یا (شیخ کے کشف کے بھروسہ) محض دل سے ذکر کرنا کافی سمجھے فرمایا کہ شیخ کے سامنے زبان سے تصریح کر دینا اولےٰ ہے (جس میں وجوب بھی داخل ہی) کیونکہ مرید اور شیخ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے . . . . . . کیونکہ شیخ اُس کا طبیب ہے۔

اور شیخ کو اس کی تکلیف نہ دے کہ وہ مرید کا حال کشف سے معلوم کر لیا کرے۔ اسی رنگ پر گذرے ہیں۔ مشائخ سلف یہانتک کہ مرید کے عیوب اگر کسی پر منکشف ہو جاویں تو سلف نے اسکو کشف

شیطانی قرار دیا ہے جس سے وہ توبہ و استغفار کرتے تھے۔ اور حضرت خواص سے ایک دُوسرے مقام پر منقول ہے کہ بندہ کے ساتھ حق تعم کے مکر (استدراج) کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ اُس پر بندوں کے وہ عیوب و معاصی منکشف ہونے لگیں جن کو وہ بند گھروں کے اندر پردہ میں کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے سامنے اُن کی پردہ دری ہو اور یہ کشف تو صحیح ہوتا ہے مگر کشف شیطانی ہے جس سے توبہ واجب ہے (انتہیٰ) اور جو مرید اپنے شیخ سے کوئی چیز چھپاتا ہے وہ اللہ اور اُس کے رسول اور اپنے شیخ سے خیانت کرتا ہے (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ مراد اس سے وہ عیوب و معاصی ہیں جن کا علاج دقیق اور مشکل ہو کہ خود اُن کا علاج نہیں کر سکتا۔ وہ معاصی مُراد نہیں جن کا علاج واضح اور ظاہر ہو۔

بذریعہ تصرف دشمن سے انتقام لینا | شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے علی خواص رح سے سوال کیا کہ عارف اگر صاحبِ تصرف ہو تو کیا اُس کے لئے جائز ہے کہ تصرف کے ذریعہ ظالموں اور ایذا دینے والوں سے اپنے نفس یا اپنے اصحاب کی حمایت و حفاظت کرے فرمایا ہاں جائز ہے۔ اگرچہ یہ ظلم و ایذا ایک ہی مرتبہ ہو۔ مگر اس میں قلت ادب ہے (کیونکہ ادب کی بات یہ ہے کہ فاعل حقیقی کا مشاہدہ ہوتے ہوئے کوئی کام اُس وقت تک نہ کرے جب تک وہ اس کا مامور نہ ہو) پس یہ تعرف بحیثیت علم کے کمال ہے (یعنی بحیثیت دلیل اسمیں کوئی

نقص نہیں کیوں کہ دلیل شرعی نے انتقام کی اجازت دی ہے اس لئے اُس کے واسطے اس کو اختیار کرنا بضرورت جائز ہے اور بہت سے آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں جب تک اُن کو انتقاماً تکلیف نہ پہنچائی جاوے وہ باز نہیں آتے (اور اس وقت میں اُس کا یہ فعل اس آیت کے عموم میں داخل ہو جائے گا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے اور جو شخص ظلم کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر (ملامت کی) کوئی راہ نہیں۔

مجذوبوں کے ساتھ معاملہ اولیا اللہ کے ساتھ ادب کے متعلق کلام کرنے کے بعد فرمایا۔ لیکن مجذوب پس اُن کا سلام یہی ہے کہ اُن کو سلام نہ کرو۔ (کیونکہ سلامت اُن سے علیحدہ رہنے میں ہے) اور اُن سے دُعا کی درخواست نہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لئے بددعا کر دیں (مشاہدہ ہوا ہے) یا تمہارے پوشیدہ عیوب کھول دیں (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ اکثر لوگ اس بارے میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔

دُعاء کا بہ نسبت ترکِ دُعاء کے افضل ہونا اگرچہ یہ شخص قوی ہو فرمایا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دُعا مانگا کرو اور اس پر الحاح کرو اگرچہ تم تکلیف پر صبر کر سکتے ہو کیونکہ حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اس کو پسند فرماتے ہیں کہ وہ بلاؤں کے حملوں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و مکر کے مقابلہ میں اپنے ضعف کا اظہار کریں۔ کیونکہ کوئی شخص قہر الٰہی کی مقاومت

اور اُس پر صبر نہیں کرسکتا (حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں) کہ اس کے خلاف جو بعض بزرگوں سے منقول ہے وہ ایک حال (عارضی کیفیت) ہے مقام (ملکہ راسخہ اور صفت قائمہ) نہیں اور اہل مقام پر بعض اوقات کسی حال کا غلبہ ممکن ہے)

کمال کے لئے کرامت کا لازم نہ ہونا اور اُس کی طلب کا دلیل بے کمالی ہونا فرمایا کہ حضرت خواص رح سے دریافت کیا کہ مرید اگر ظہور کرامت کا طالب ہو تو کیا یہ اُس کے اعمال (اور کمال) میں حارج ہے اور کیا کسی کرامت کا ظاہر نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ شخص قوم کے طریق میں داخل نہیں ہوا۔ فرمایا کہ مرید کا طلب کرامت کرنا اُس کے اخلاص کے خلاف ہے۔ پھر کرامت کا ہونا اس کی دلیل بھی نہیں کہ اس کو قوم (صوفیہ) کے مقامات میں کوئی درجہ حاصل نہیں ہوا اور توضیح اس کی یہ ہے کہ دُنیا (مقصود) نتیجہ اور ثواب کی جگہ نہیں بلکہ وہ عمل اور محل عمل کی تیاری کی جگہ ہے اس لئے مرید پر اس کے سوا کچھ واجب نہیں کہ اپنے نفس کو عمل کے لئے تیار کرے رہے نتائج سو وہ آگے دار آخرت میں آنے والے ہیں۔ پھر اسی مضمون کی طویل تفصیل بیان فرمائی۔

عبادات میں نیت کا صحیح کرنا فرمایا کہ میں حضرت خواص رح کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ذاکر چاہیے کہ اُس کا ذکر محض تعبد و بندگی کی نیت سے ہو کسی مقام کی طلب کے لئے نہ ہو

بدون عذر کے ایک طاعت کا ارادہ فسخ کرکے دوسری طاعت کا قصد کرنا مکروہ ہے

فرمایا کہ میں نے آپ سے سُنا ہے کہ شیطان (بعض اوقات) بندہ سے اسی بات پر قناعت کرتا ہے کہ اُس کا ارادہ ایک طاعت سے توڑ کر دُوسری طاعت میں مشغول کردے۔ صورت اُسکی یہ ہے کہ مثلاً اوّل بندہ کے دل میں ڈالتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے یہ عہد کرے کہ فلاں رات کو تمام شب نماز پڑھونگا۔ پھر جب وہ رات آئی اور اُس نے نماز پڑھنا شروع کیا تو شیطان آتا ہے اور اُس کے دل میں ڈالتا ہے کہ ذکر کرنا بہ نسبت نماز کے بہتر ہے کہ ذکر میں جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے۔ یہ بندہ (اُس کے فریب میں آکر) نماز چھوڑ دیتا ہے اور ذکر کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے بندہ حق تعالےٰ سے عہد شکنی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ابلیس کی یہی مراد تھی۔

ف۔ کسی طاعت وعبادت کا معاہدہ اللہ تعالےٰ سے کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زبان سے کہے کہ فلاں روز مثلاً روزہ رکھوں گا۔ اس کو اصطلاحِ شرع میں نذر اور منت کہتے ہیں اسکا پُورا کرنا واجب ہے۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نہ کہے صرف دل میں عزم کرے یہ اگرچہ نذر نہیں ہوئی جس کا پُورا کرنا واجب ہو۔ لیکن فی الجملہ یہ بھی نذر کے مشابہ ہے اور اسی وجہ سے اہلِ باطن اس کی بھی پابندی کرتے ہیں۔ جیسے نذر کی۔ اور روایات حدیث میں اس کی حجت موجود ہے کہ بعض اعمال فی نفسہا واجب نہ

تھے۔ جب کسی شخص نے اُن کی عادت ڈالنے کے بعد پھر چھوڑا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پر نکیر فرمایا۔ ایک شخص جو نماز تہجد کا عادی تھا پھر چھوڑ دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو اس پر وعید ذکر فرمائی۔

حضور مع اللہ اور حضور مع الخلق جمع نہیں ہو سکتے | فرمایا کہ میں حضرت خواص سے دریافت کیا کہ ذاکر کے لئے یہ ممکن ہے کہ لوگونکی طرف متوجہ اور اُن سے بات چیت بھی کرتا رہے اور اُس کے ساتھ ہی عالم باطن میں ایسا ہی حاضر رہے جیسے خلوت کے وقت رہتا ہے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجود سید المرسلین ہونے کے جب آپ پر وحی آتی تھی تو حاضرین سے غائب (یعنی بے تعلق) ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ وحی ختم ہو جاوے اور یہ اُس وقت ہے کہ یہ وحی کا خطاب ایک فرشتہ کے ساتھ خطاب ہوتا تھا۔ اس سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اگر بلا واسطہ حضرت حق جل وعلا کے ساتھ خطاب ہوتا تو کس قدر استغراق ہوتا۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمی اس میں دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ تسبیح گھماتے جاتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔

مجذوب کا طریق سے واقف ہونا اور سالک کی معرفت اور مجذوب کی معرفت میں فرق | فرمایا میں نے حضرت خواص رح سے

دریافت کیا کہ کیا مجذوب بھی سالک کی طرح طریق کی معرفت رکھتا ہے۔ فرمایا کہ مجذوب کے لئے اُن مقامات پر عبور ضروری ہے جو علامات طریق ہیں۔ مگر وہ اُن پر سُرعت کے ساتھ گذر جاتا ہے۔ بخلاف سالک کے کہ اُس کو حق تعالےٰ اپنی حکمت و مشیت کے موافق ہر مقام پر ایک حد تک ٹھہراتا ہے اس لئے تم یہ نہ سمجھو کہ مجذوب طریق کو نہیں جانتا۔

حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ) اسی فرق پر ایک دوسرا فرق بھی متفرع ہوتا ہے وہ یہ کہ سالک باختیار خود تربیت مریدین پر قُدرت رکھتا ہے بخلاف مجذوب کے کہ وہ بغیر اجازت خاص کے تربیت کسی کی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ تربیت کی شان یہ ہے کہ جب مرید کسی مقام پر قیام کرے۔ تو یہ بھی اُس میں قیام کرے۔ پس ابو الوقت ہے (یعنی سالک اپنے حالات پر غالب ہے) اور مجذوب ابن الوقت (یعنی مغلوب الحال) ہے۔

طریق کو مختصر کرکے پیش کرنے کی ترجیح فرمایا کہ میں نے حضرت خواص رحؒ سے دریافت کیا کہ شیخ کے لئے یہ اولیٰ ہے کہ مرید کے واسطے طریق کو مختصر کرے یا یہ کہ اُس کو چھوڑ دے کہ اس طریق کے گلی کوچوں میں گھومتا رہے۔ فرمایا کہ مرید کے لئے طریق کو مختصر کرنا ہمارے نزدیک اولےٰ ہے۔ اور شیخ ابو مدین مغربی کا یہی طرز تھا کہ مریدین کے لئے مسافت

قریب کرنے کی فکر کرتے تھے اور اُن کو منزل مقصود پر پہنچا دیتے تھے بغیر اس کے کہ اُن کا گذر ملکوت پر ہو (یعنی مکاشفات کونیہ اور عالم ارواح و مثال وغیرہ کے سیر میں مشغول ہو) اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا نفس عجائب ملکوت پر فریفتہ ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ کیا آپ نے حضرت ابویزید بسطامی رح کا اشارہ نہیں سُنا جو ایک طویل قصہ کے بعد فرمایا تھا کہ میں نے عرض کیا کہ اے میرے مالک آپ کی طرف قریب ہونے کا طریق کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آ جاؤ۔ پس حق تعالےٰ نے میرے لئے طریق کو ایک نہایت لطیف اور مختصر کلمہ کے ذریعہ مختصر فرما دیا۔

کیونکہ مرید جب اپنے نفس کو چھوڑ دے (خواہشاتِ نفسانی کو فنا کر دے یعنی اُن کا تابع نہ بنے) تو حق تعالےٰ کی معیت اُس کو حاصل ہو جاتی ہے اور یہ سب سے زیادہ اقرب طرق ہے۔ حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہی بعینہ مسلک ہے ہمارے شیخ (شیخ العرب والعجم) حضرت حاجی امداد اللہ کا حق تعالےٰ اُن کے ذریعہ ہماری مدد فرمائے۔ اور ترک نفس سے مراد فنا ہے اور فنا ہی خلاصہ ہے ہمارے شیخ کے طریق کا والحمد للہ۔ اور ہمارے شیخ اس مسلک کے مفید و راجح ہونے پر مبسوط و مفصّل کلام فرماتے تھے اور عجیب عجیب مضامین ارشاد فرماتے تھے۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ بفضلہ تعالےٰ اس وقت بھی ہمارے شیخ بقیۃ السلف حجۃ الخلف حکیم الامّت مولانا

اشرف علی صاحب تھانوی مصنف رسالہ ٹھیک۔ اسلاف ماضین کے اس طریق پر عامل ہیں اور پہلے سے زیادہ اُس کو روشن و واضح فرما دیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

قسم سوم

بھوکے رہنے کی حدود فرمایا کہ میں نے حضرت خواص سے سوال کیا کہ صوم وصال (یعنی روزہ پر روزہ رکھنا درمیان افطار نہ کرنا) جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ جو شخص یہ درجہ رکھتا ہو کہ سوتے ہوئے اُسکو منجانب اللہ کھانا کھلا دیا جاتا ہو اور پانی پلا دیا جاتا ہو (یعنی بھوک اور پیاس کی تکلیف رفع کردی جاتی ہو) بطور وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (کیونکہ آپ کے حالات طیبات میں ایسا ہی مذکور ہے) تو ایسے شخص کیلئے صوم وصال جائز ہے اور اُس کی ایک علامت ہے وہ یہ کہ یہ شخص اپنی قوت اور عقل اور مزاج میں کوئی ضعف محسوس نہ کرے۔ اور جب اُس نے ضعف محسوس کیا تو اُس کے لئے صوم وصال جائز نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ حق تعالےٰ ہماری دینی اور دُنیوی مصلحتوں سے خوب واقف ہے اُس نے روزے کے لئے فجر سے غروب آفتاب تک کا وقت اسی لئے محدود فرمایا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس سے زیادہ کرنے سے جسم میں ضعف پیدا ہو جائے گا جو دُوسرے اہم کاموں سے

اس کو بیکار کر دے گا جیسا کہ یہ حالت بکثرت ایسے لوگوں کو پیش آتی ہے جو بلا اقتدار کسی شیخ کامل کے کثرتِ عبادت و مجاہدہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر صوم وصال استغراق حال یا کسی وارد قوی کی وجہ سے ہو جو اس کے اور کھانے کے درمیان حائل ہو گیا (یعنی کھانے سے مانع ہو گیا) فرمایا کہ ایسے شخص کے حال کو اُس کے لئے تسلیم کیا جائے۔ (یعنی اُس پر نکیر نہ کیا جائے گا)۔ کیونکہ بعض درویش ایسے بھی ہیں کہ وہ جب کھاتے ہیں تو بھوکے ہو جاتے اور بدن اُن کا ضعیف ہو جاتا ہے اور جب بھوکے رہتے ہیں تو پیٹ بھرے رہتے ہیں اور قوی ہو جاتے ہیں جیسا کہ ہم نے ابن عراقؒ کی جماعت میں اس کا مشاہدہ کیا ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اکابر اولیاء کی بھوک اضطراری ہے اختیاری نہیں۔ فرمایا ہاں کسی عاقل کے لئے مناسب نہیں ہے کہ کھانا پاس موجود ہوتے ہوئے ایسی بھوک کو اختیار کرے جو اس کے بدن کے لئے مضر ہو اور اگر وہ بھوکا رہے گا تو اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور نفس کے بارے میں عدل سے نکل جائے گا۔ اور یہ مذموم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (بھوک کے متعلق) ارشاد فرمایا ہے کہ وہ بہت بُرا ہمخواب ہے (یعنی ایذا پہنچانے والی چیز ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو پے در پے راتوں میں بھوکے رہتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ کھانے کے لئے کوئی چیز موجود ہی نہ ہوتی تھی یا کسی اپنے سے زیادہ حاجت مند پر ایثار کر دیا جاتا تھا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے۔

۱۵۱۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ الحمدللہ قدیم زمانہ سے اس بارہ میں میرا ذوق یہی ہے اگرچہ بہت مصنفین اس کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک کو اختیاری[۱] قرار دیتے ہیں۔

استغناء، اور زہد کی حدود حضرت علی خواص نے زہد کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ زاہد دنیا کی طرف محبت و رغبت کی نظر سے

---

[۱] احقر مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ اختیاری کہنا اس معنی سے صحیح ہے کہ اگر آپ چاہتے اور دعاء کرتے تو یہ فقر و فاقہ کی حالت نہ رہتی جیسا کہ روایات حدیث جبرئیل علیہ السلام کا جبل اُحد کو سونا بنا دینے کا ارشاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول ہے نیز یہ درخواست کہ اجوع یوما و اشبع یوما بھی منقول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اختیار کے دو درجے ہیں ایک یہ کہ کھانا پاس موجود ہے اور کوئی مانع شرعی یا طبعی بھی نہیں ہے اور پھر بھوکا رہے یہ طریقہ محمود و مسنون نہیں اور دوسرے یہ کہ ایسی حالت پر قناعت کرے جس میں کبھی بھوکا رہنا بھی پڑے اور اس حالت کے ازالہ کے لئے دعاء و تدبیر نہ کرے یہ عین سنت اور محمود ہے اور اس درجہ میں چونکہ فی الجملہ اختیار بھی ہے اس لئے بعض حضرات نے اسی کو فقر اختیاری کہا ہے ورنہ درجہ اول کا فقر اور جوع اختیاری جہل ہے وہ مسنون نہیں ہو سکتا ۱۲

محمد شفیع عفا عنہ

نہیں دیکھتا بلکہ ضروری معاش جس کے بغیر کام نہیں چلتا اُس کی تدبیر کے لیئے دنیا کی طرف نظر کرتا ہے۔ پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں ذاتِ حق کی وجہ سے دنیا سے بالکل مستغنی ہوں وہ جاہل اس لیئے ہے کہ محض ذاتِ حق پر ساری چیزوں سے مستغنی ہونا حقیقی طور پر کسی مخلوق کے لیئے ممکن نہیں کیونکہ وجود (حادث) سے استغنا، محض حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

معلوم ہوا کہ مقصود قوم کا زہد فی الدنیا سے اس کے سوا کچھ نہیں کہ قلب فارغ رہے اور ضرورت سے زائد دنیا کی تحصیل میں تعمق و تکلف نہ کرے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ مقام زہد میں خلوص کی کیا علامت ہے۔ فرمایا کہ خلوص زہد یہ ہے کہ بندہ اُس چیز پر جس کا حق تعالےٰ نے ذمہ لیا ہے (یعنی رزق) اپنے ہاتھ کی موجودہ و مقبوضہ چیزوں سے زیادہ بھروسہ رکھے۔ پھر اپنے قبضہ کی چیزوں میں حکیمانہ تصرف کرے (کہ نہ فضول خرچی ہو اور نہ تنگی و بخل) کیونکہ بندہ (اپنے مقبوضات میں) حق تعالےٰ کے دو نام معطی اور مانع کی جانب سے حق تعالےٰ کا نائب ہے۔ اس لئے اس کو چاہیئے کہ حق کے موافق منع اور حق کے موافق خرچ کرے۔

ف۔ مراد یہ ہے کہ جیسے حق تعالےٰ کی دو صفتیں ہیں کہ وہ اپنی حکمت کاملہ بالغہ کے موافق بعض کو عطا فرماتے ہیں۔ بعض سے روک لیتے ہیں اسی طرح انسان کو حق نیابت ادا کرنا چاہیئے یعنی جس موقع پر خرچ

کرنا عنداللہ جائز ہے وہاں خرچ کرے۔ اور جہاں ممنوع ہے وہاں ہاتھ روکے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل و تحقیق بہترین تحقیق ہے۔

اُس شخص کا حکم جس کو یہ منکشف ہو جاوے کہ میری قسمت میں معصیت مقدر ہے

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ (علی خواص رح) سے دریافت کیا کہ اُس شخص کا کیا حکم ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اُن حالات پر مطلع کر دیا ہو جو مستقبل میں اُس پر جاری ہونے والے ہیں اور ہمیشہ اُن حالات کو بغیر زوال کے قائم پاتا رہا ہو۔ کیا اُس کے لئے جائز ہے کہ وہ پیش آنے والے معاملات کے فعل میں مبادرت (پیش قدمی) کرے تاکہ وہ عمل بد کی صورت قبیحہ اُس کے مشاہدہ سے زائل ہو جائے۔ یا وہ صبر کرے فرمایا کہ کسی بندہ کے لئے جائز نہیں کہ کسی ممنوع چیز کے فعل پر کسی حال میں پیش قدمی کرے۔ بلکہ اُس کو صبر کرنا چاہیئے اور جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ پر اپنی قضا جاری کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُس کی عقل سلب کر لیتے ہیں اور اُس کا دل اُس پر پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ معصیت واقع ہو جاوے پھر جب واقع ہو گئی تو اُس کو استغفار کا حکم دیتے ہیں۔ پس جس شخص نے طاعت پر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور معصیت پر استغفار کیا اُس نے وہ حق ادا کر دیا جو اُس کے ذمہ واجب تھا اور اُس پر اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام صادق آ گیا۔ کیونکہ اتباع سنت کے مقام کے لئے

معاصی کا عدم وقوع شرط نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ معصیت پر اصرار نہ کرے (بلکہ فوراً توبہ کرلے) فافہم۔ پھر میں نے عرض کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اُس حال پر مطلع فرمادیں جو اس کے لئے مقدر ہے اور اُس کے فعل کا ارادہ فرمادیں تو اس کے اقدام (ابتلاء معصیت) کی کیا صورت ہوتی ہے فرمایا کہ جس شخص کا یہ حال ہو وہ خلاف شرع میں محض بحکم تقدیر مبتلا ہوتا ہے خواہش نفسانی اور میلان طبعی اور دوام ارتکاب حرام میں بے پروائی اُس کا سبب نہیں ہوتا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ جس شخص کا یہ حال ہو کیا اُس کے لئے یہ فعل مباح و جائز ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں یہ فعل اُس کے لئے جائز نہیں ہوتا کیونکہ نام گناہ کا اُس سے سلب نہیں ہوا۔ اور اس سے چند سطر پہلے تحریر فرمایا ہے کہ اس مضمون کی طرف اشارہ اس حدیث سے بھی پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تمہیں کیا خبر شاید اللہ تعالےٰ نے غزوۂ بدر کے حاضرین پر خاص توجہ فرماکر یوں ارشاد کر دیا ہو کہ جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔ کیونکہ حدیث میں یہ فرمایا ہے کہ مغفرت کر دی یہ نہیں فرمایا کہ گناہ کو تمہارے لئے جائز کر دیا۔ اور مغفرت گناہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ انتہی۔

حضرت مصنف دامت عوارفہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حق بات یہی ہے۔ اور اس مسئلہ میں بعض اہلِ باطن کو لغزش ہوتی ہے جیسا کہ

کہ میں نے اپنے شیخ (شیخ العرب والعجم مہاجر مکی قدس سرہ) سے سنا ہے۔
نیز بعض اہلِ ظاہر کو بھی لغزش ہوئی جیسا کہ عنقریب مسلم الثبوت کے حوالہ سے نقل کیا جائے گا۔ اور یہ لغزش علماء ظاہر سے زیادہ مستند ہے کیونکہ اہلِ باطن کا تمام مستند (اس باب میں) محض ذوق ہے اور اس میں غلطی واقع ہونے میں کوئی بُعد نہیں بخلاف علماء ظاہر کے کہ اُن کا مستند دلائل ہوتے ہیں اور اس مسئلہ کی کوئی دلیل علوم میں موجود نہیں۔
اور اب ہم اہلِ ظاہر کا قول مذکور مسلم الثبوت سے نقل کرتے ہیں جس کو تیسرے باب میں تکلیف بالممتنع کے مطلقاً عدم جواز کے بیان میں اُنہوں نے ذکر کیا ہے۔ پس فرمایا کہ حضرات اشاعرہ نے ثانیاً یہ فرمایا ہے کہ ابوجہل کو ایمان کا مکلف بنایا گیا۔ اور ایمان کا حصول اُن تمام اُمور کی تصدیق سے ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لاتے ہیں اور منجملہ اُن اُمور کے ایک امر یہ بھی ہے کہ ابوجہل آپ کی تصدیق نہ کرے گا۔ تو گویا اُس کو اس کی تکلیف دی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات میں تصدیق کرے کہ وہ آپ کی تصدیق نہیں کرے گا اور یہ تصدیق عدم تصدیق پر موقوف ہے کیونکہ اگر آپ کی تصدیق ہو تو وہ (اس کو بھی) جانے گا۔ (کہ میں تصدیق کر رہا ہوں) پھر کہا اور وہ جو شرح مختصر میں بجواب اشکال مذکور) کہا گیا ہے کہ اگر وہ معلوم کرے تو اُس سے تکلیف ساقط ہو جاوے۔ سو یہ جواب درست نہیں کیونکہ انسان مہمل و معطل نہیں چھوڑا گیا (کہ کسی حال میں مکلف نہ رہے) حضرت مصنف رح فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ

ظاہر کے قول سے میری مُراد یہی قول ہے۔ دیکھئے ان بعض علماء نے کس طرح ابوجہل سے ایسی حالت میں کہ اُس کو اپنی قسمت میں کفر کا مقدر ہونا منکشف ہوجاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے مکلّف ہونے سے خارج کردیا۔ اور تفصیل اس کی اصل کتاب اور اُس کے منہیہ میں دیکھی جاوے نیز حضرت مصنّف دامت معالیہم فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ نہایت دقیق ہے بغیر اس کے پورا انکشاف نہیں ہوسکتا کہ قضا وقدر کا راز منکشف ہو اور اُس کے منکشف ہونے کی توقع نہیں اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ اس کی تحقیق کو اللہ کے سپرد کردیں اور تسلیم کرلیں اور اس میں غور و خوض اور گفتگو نہ کریں۔

مقامات باطنیہ کے دوام میں تفصیل فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ (خواص رح) سے سُنا ہے جب کہ اُن سے یہ سوال کیا گیا کہ مقامات طریق اصحاب مقامات کے کس وقت تک دائم اور ثابت رہتے ہیں تو فرمایا کہ مقامات چند قسم پر ہیں۔ بعض اُن میں سے چند شرائط پر دائر ہیں جب تک وہ شرائط موجود رہتے ہیں اور جب شرائط زائل ہوں تو زائل ہوجاتے ہیں جیسے تقویٰ مثلاً۔

کیونکہ وہ ممنوعات اور تشابہات کے اندر متحقق ہوتا ہے اگر وہ مفقود ہوں تو مقام تقویٰ بھی مفقود ہوجائے گا۔ ایسے ہی مقام تجرید کہ وہ قطع اسباب سے حاصل ہوتا ہے جب اسباب مفقود ہوجاویں تو مقام تجرید بھی ختم ہوجائے گا۔ اور بعض اُن میں سے وہ ہیں جو موت تک باقی رہتے ہیں پھر زائل ہوجاتے ہیں مثلاً توبہ اور تمام تکالیف

شرعیہ۔ اور بعض اُن میں سے وہ ہیں جو دخول جنت تک قائم رہیں گے جیسے خوف ورجا اور بعض وہ ہیں جو جنت میں داخل ہو کر بھی ہمیشہ قائم رہیں گے جیسے اُنس اور انبساط اور صفات جمال کا ظہور الخ۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل مرتبہ ظہور و صدور میں ہے لیکن مرتبہ اتصاف اور درجہ ملکات میں تو اُس میں یہ سب مقامات برابر درجہ میں قایم و ثابت رہتے ہیں (یعنی صدور ان مقامات کے مقتضیات مثلاً خوف ورجا وغیرہ کا کہیں موت تک ہے کہیں دخول جنت تک لیکن اس شخص کو ان مقامات و احوال کے ساتھ متصف کہنا اور ان مقامات کا ملکہ اُن کو حاصل ہونا یہ سب مقامات میں متساوی طور پر ہمیشہ باقی رہے گا۔ مثلاً دخول جنت کے بعد بھی اس شخص کو متقی اور خائف وراجی کہہ سکتے ہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ مقامات میں اصل یہ ہے کہ دائم و قائم رہیں بجز اس کے کہ کوئی عارض پیش آجاوے جسکی وجہ زائل ہوجاویں۔ اور اصل احوال میں یہ ہے کہ وہ زائل ہوجاویں بجز اس کے کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ قائم ہو جاویں۔

ہیبت کے بیان و احکام میں فرمایا کہ بعض اللہ تعالےٰ کے (خاص) بندوں پر اللہ تعالےٰ کی ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بالکل جامد و خامد ہوجاتا ہے کہ اُس کی حرکت دنیوی یا دینی امر میں باقی نہیں رہتی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کیا وہ اس حالت میں بھی مکلف ہے فرمایا ہاں مکلف ہے بقدر اپنی قدرت و استطاعت کے۔

کیونکہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرو بقدر اپنی استطاعت و قدرت کے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میں تمہیں کسی کام کا حکم کروں تو تم اُس کی اپنی قدرت کے موافق تعمیل کرو۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اس حالت میں اگر اسکی کوئی اطاعت و عبادت رہ جائے تو بعد افاقہ اُس کی قضا لازم ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں مناسب (از روئے قواعد شرعیہ) یہی ہے کہ قضا کرے کیونکہ شریعت کا حکم ہر حال میں نافذ ہے اور شیخ خواص نے اس سے زیادہ کوئی بات نہیں فرمائی۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں نے بتوفیق اللہ تعالےٰ اس پر یہ زیادتی کی ہے کہ اس حالت والے کو ایسے بیہوش آدمی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کی چھ نمازیں بے ہوشی میں فوت ہوگئی ہوں۔ کیونکہ ایسی حالت بہت شاذ و نادر واقع ہوتی ہے (اور احکام میں نادر کا اعتبار نہیں) بخلاف بے ہوشی کے کہ وہ نسبتاً کثیر الوقوع ہے۔

تواضع کی حقیقت

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے حقیقت تواضع کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حقیقت تواضع کی یہ ہے کہ اپنے نفس کو ہر ہمنشین سے کم سمجھے اور یہ کم سمجھنا ذوقی اور وجدانی طور پر ہو محض علم کے درجے میں نہ ہو اور یہ اس لئے کہ صاحب ذوق میں کبر نہیں ہو سکتا اور وہ اپنی تحقیر کرنے والوں سے کبھی مکدر نہیں ہوتا بخلاف اُس کے کہ اُس کی تواضع محض علمی ہو تو بعض اوقات کبر اُس میں آجاتا ہے اور اپنی تنقیص و تحقیر کرنے والے سے مکدر ہونے

لگتا ہے۔ لیکن مشاہدہ تواضع میں ایک دقیقہ ہے جس کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کیا ہے فرمایا کہ شرط تواضع کی یہ ہے کہ اپنی تواضع اُس کے پیش نظر نہ ہو کیونکہ جو شخص اپنی تواضع کا مشاہدہ کر رہا ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے مقام عالی کو ثابت کر رہا ہے۔ پھر اپنے بھائی کے سامنے اُس مقام سے فروتنی اور پستی اختیار کر رہا ہے۔ اور کبر میں مبتلا ہونے کے لئے یہی خیال کافی ہے۔

پھر میں نے عرض کیا کہ کاملین تو اپنے کمال کا مشاہدہ کرتے ہیں تاکہ حق تعالےٰ کا اس پر شکر ادا کریں۔ فرمایا کہ ہماری گفتگو کاملین کے بارے میں نہیں کیونکہ کامل تو ابوالعیون کہلاتا ہے اُس کی ایک نظر اپنے نقص وضعف وغیرہ کی طرف ہوتی ہے تاکہ حق تعالےٰ کے عطیہ پر شکر ادا کرے اھ۔

کامل کا خاتمہ کی طرف سے بے فکر نہ ہونا | فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ ولی پر اگر اُس کا حسن خاتمہ منکشف ہو جاوے تو کیا وہ اس کشف کی طرف مائل ہو کر خاتمہ سے بے فکر ہو سکتا ہے فرمایا کہ حق تعالےٰ کی قدرت وقہر کے سامنے بے فکری نہیں ہو سکتی کیونکہ (وہ کسی قانون سے مجبور نہیں) جو چاہے کر سکتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا کشف یہ ہے کہ کسی شخص کو لوح محفوظ کے لکھے پر اطلاع ہو جاوے جو کہ علم حق تعالےٰ کا خزانہ ہے۔ مگر مرتبہ اطلاق میں کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز کے مقید نہیں) حق تعالےٰ کو حق ہے کہ لوح محفوظ

کے لکھے ہوئے کو بدل دیں۔ بلکہ اگر عارف خود حق تعالےٰ کو دیکھ لے اور حق تعالےٰ اُس سے یہ فرمادیں کہ میں تجھ سے ایسا راضی ہوں کہ اُسکے بعد کبھی ناراضی نہ ہو گی۔ تب بھی عاقل آدمی کا کام نہیں کہ اس پر مائل ہو کر بے فکر ہو جاوے۔

حضرت مصنّف فرماتے ہیں کہ خصوصاً اس وجہ سے کہ کشف حجت نہیں۔ البتہ اگر کسی کو بذریعہ وحی کے بشارت دیدی گئی ہے تو (اگرچہ بے فکری و بے خوفی وہ بھی نہیں ہو سکتا مگر) اُس کا خوف احتمال نقیض کی وجہ سے نہیں بلکہ ہیبت حق اور عظمت ذات کے سبب ہوتا ہے۔ اور وہ ایک امر ذوقی و وجدانی ہے۔ اُس کے ادراک کے لئے استدلال کافی نہیں۔

دُعا بلالحاظ قبولیت کے خود مقصود ہے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرو کہ تم تقدیر پر بھروسہ کر کے دُعا کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم سے سنت انبیا فوت ہو جاوے گی۔ کیونکہ دُعا خود ایک عبادت اور سنت ہے خواہ وہ قبول ہو یا نہ ہو۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے۔

محل زہد کے بیان میں فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ سے یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ زہد حقیقتہً یہ ہے کہ مال کی طرف میلان قلب نہ ہو نہ یہ کہ آدمی کے پاس خود مال نہ ہو۔ کیونکہ نفس کا میلان مال کی طرف اسی لئے ہے کہ اُس کے ذریعہ نفس کی حاجتیں اور خواہشات پوری ہوتی ہیں۔ خود

مال لذاتہٖ نفس کو مرغوب نہیں کیونکہ وہ تو ایک پتھر ہے۔ اور اگر زہد حقیقۃً خود مال میں ہوتا تو ہمیں اُس کے ہاتھ میں رکھنے کی بھی ممانعت کر دی جاتی۔ (حالانکہ ہمیں شریعت نے اس سے منع نہیں کیا۔

شیخ کے ساتھ ایک دقیق ادب فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ یہ مرید کی طرف سے بے ادبی ہے کہ اپنے شیخ سے یہ فرمائش کرے مجھے اپنے دل میں (خیال میں) رکھیے۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں بے ادبی کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اس میں شیخ سے خدمت لینا ہے اور اُس پر یہ تہمت ہے کہ وہ ہماری طرف بغیر درخواست کے توجہ نہیں کرتے۔ اور شیخ کو اس بات کا امر کرنا ہے کہ اعلیٰ چیز کے بدلہ میں ادنےٰ چیز خریدے یعنی توجہ الی اللہ کے بدلے توجہ الی الخلق میں مشغول ہو جاوے بلکہ مرید پر واجب یہ بات ہے کہ وہ شیخ کی خدمت میں لگا رہے اور حق تعالےٰ خود اپنے ولی کے قلبی حالات پر مطلع ہے جب اپنے ولی کے دل میں اس مرید کی محبت دیکھیں گے تو جو حاجت وہ اپنے شیخ سے طلب کرتا ہے وہ خود پوری فرما دیں گے کیونکہ حق تعالےٰ کو اپنے ولی کے قلب پر اس سے غیرت آتی ہے۔ کہ اُس میں اُس کے سوا کسی اور کی محبت رہے۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مراد اس کی یہ ہے کہ جب اس مرید کی محبت اس کی خدمت کی وجہ سے ولی کے قلب میں داخل ہو گی تو حق تعالےٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ اپنے ولی

کے قلب کو اپنے سوا کسی اور طرف مشغول رہنے دیں یعنی ایسے شخص کی طرف جو اللہ تعالیٰ سے منقطع ہے (اس لئے اس مرید کو منقطع نہ رہنے دیں گے بلکہ واصل بنا دیں گے)

اس کا سبب کہ اہلِ کمال خوف کی چیزوں سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حال نہیں کرتے

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ اہلِ کمال کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خوف کی چیزوں (مثلاً درندہ۔ ظالم وغیرہ) سے خوف کرتے ہیں اور اہلِ حال باوجودیکہ درجہ میں اُن سے کم ہیں ان چیزوں سے نہیں ڈرتے۔ فرمایا کہ اہلِ کمال مخلوق سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کا ضعف مشاہدہ کرتے ہیں اور اُن کا مرتبہ ہمیشہ یہ ہے کہ حدودِ عبودیت پر قائم رہیں۔ بخلاف اربابِ احوال کے کہ اُن کا معاملہ برعکس ہے (یعنی بوجہ غلبۂ حال کے) اُن کو اپنے ضعف کا استحضار نہیں رہتا۔ اور مقامِ عبودیت میں کسی وقت ہوتے ہیں کسی وقت نہیں۔

علم ذوقی کی علامت

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے سُنا ہے وہ بار بار فرماتے تھے کہ جس شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا اور اُس نے جواب میں تامّل و غور کیا تو اُس کے جواب پر اعتماد نہ کیا جاوے کیونکہ وہ جواب اُس کے غور و فکر کا نتیجہ ہے اور اہل اللہ کے علم (ذوقی ہوتے ہیں) اُن کے لیئے غور و فکر شرط نہیں۔

حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مراد یہ نہیں ہے

کہ وہ جواب بالکل قابلِ اعتماد نہیں۔ کیونکہ بحیثیت علم استدلالی ہونے کے وہ بھی حجت ہے (جیسے عام علماء ظاہرہ کا کلام کہ استدلالی ہونے کے باوجود حجت مانا جاتا ہے) البتہ وہ علم وجدانی ہونے کی حیثیت سے حجت نہیں ہے۔ نیز یہ بھی مراد نہیں کہ مطلقاً جواب میں تاخیر کرنا علم ذوقی ہونے کے منافی ہے۔ بلکہ وہ تاخیر منافی ہے جو تامّل وغور کے لئے ہو لیکن اگر انتظار ذوق کے لئے بغیر تامّل وفکر کے تاخیر ہو تو وہ منافیٔ علم ذوقی ہونے کے نہیں ہے۔

ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا قصد نہ کرنا چاہیئے

فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں اس سے پرہیز کروں کہ جس حال میں مجھے حق تعالیٰ نے رکھا ہے، میں اُس سے کسی دوسرے حال میں منتقل ہو جاؤں۔ کیونکہ اگر نظر غائر ڈالی جائے تو بہتری اُسی حال میں پائی جاوے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اختیار فرمایا ہے۔ حضرت مصنف دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ قبض باطنی سے تنگ ہو اور بسط کی تمنا کرے۔

شیخ کے لئے مریدوں کا امتحان لینا

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ کوئی شیخ اپنے مریدین کا (بعد اس کے کہ وہ مرید ہو جاویں) امتحان کرے۔ کیا اس کا ترک اولیٰ ہے اس لئے کہ بسا اوقات امتحان کرنے سے مریدین کے پوشیدہ عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں

یا یہ بہتر ہے کہ امتحان کرے تاکہ اُس کے صحیح اور فاسد مقامات واضح ہو جاویں۔ فرمایا کہ شیخ کامل کے لئے امتحان کرنا جائز ہے تاکہ مریدین پر واضح ہو جاوے کہ جن مراتب کا دعویٰ اُن کے قلوب میں پایا جاتا ہے وہ صحیح نہیں تاکہ وہ اس دعوے سے استغفار کریں۔ لیکن شیخ کامل کے علاوہ اور کسی کے لئے امتحان کرنا ہمارے نزدیک پسند نہیں اور نہ ہم اس کے قائل ہیں۔ پس شیخ (کامل) کو چاہیئے ایسی چیزوں سے امتحان کرے جس سے اُن کا صدق اور عدم صدق ظاہر ہو جاوے اور ایسے اُمور سے امتحان نہ کرے جن سے اُن کے پوشیدہ عیوب کھُل جاویں۔

اختلاط اور خلوت گزینی میں فیصلہ

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ مخلوق سے اجتناب اتم افضل ہے یا اختلاط افضل ہے۔ فرمایا کہ جس شخص کو حق تعالےٰ دین کی فہم عطا فرماویں اُس کے لئے اختلاط افضل ہے کیونکہ اُس کو ہر گھڑی میں اللہ تعالےٰ کی معرفت زیادہ ہوتی رہتی ہے سو وہ خود بھی اپنے علم سے نفع اُٹھاوے گا اور لوگ بھی اُس کے علم سے نفع اُٹھائیں گے۔ لیکن جس شخص کو فہم سلیم اللہ تعالےٰ کی طرف سے حاصل نہ ہو اُس کے حق میں خلوت بہتر ہے۔ تاکہ وہ اختلاط کی وجہ سے ضرر میں مبتلا نہ ہو جاوے۔

جبکہ مجلس میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کو مسئلہ کا جواب سُننا مضر ہے اُس وقت جواب دینے یا نہ دینے کا حکم نیز امتحان کے لئے سوال کرنے والے کو جواب نہ دینے کا حکم

فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ اگر مجھ سے کوئی شخص مسئلہ دریافت کرے اور حاضرین میں کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ اگر مسئلہ کا صحیح جواب وہ سُنے تو اُس کے لئے بوجہ کم فہمی وغیرہ کے مضر ہو تو میں ایسے وقت کیا کروں۔ فرمایا کہ اگر ایسا واقعہ پیش آجاوے تو تم سکوت کرو۔ اور سائل سے کہدو کہ اپنے جواب کے لئے کسی دُوسرے وقت کا انتظار کرے۔ کیوں کہ اگر تم سائل کے حسب حال مسئلہ کا جواب دوگے تو اُس کا ہم نشین جو اہلِ ذوق سے نہیں ہے اُس کو ضرر ہو گا۔ خصوصاً جب کہ وہ جھگڑالو مزاج کا آدمی ہو۔ اور اگر تم اس ہم نشین کے حسب حال جواب دوگے تو اصل سائل کا اطمینان نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالٰے تمہارے قلب میں کوئی ایسا عنوان دیں جس سے وہ جواب تمام حاضرین اعلٰی و ادنےٰ کے مناسب ہو جاوے تو جواب (اُسی وقت) دینا چاہیئے۔ اور حق تعالےٰ وسعت فرمانے والے حکیم ہیں (ایسے عنوانات بھی اپنے اولیا کے قلب میں ڈال دیتے ہیں۔ جو کسی کے لئے مضر نہ ہوں اور سب کا اطمینان ہو جاوے)

پھر میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے سائل کے حال سے یہ معلوم ہو کہ وہ امتحاناً سوال کر رہا ہے۔ فرمایا کہ اس کو جواب مت دو۔ بلکہ اگر تم جواب دینا بھی چاہو گے تو تمھیں قدرت جواب کی نہ ہو گی۔ کیوں کہ امتحان جواب (شافی) کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔

اگرچہ یہ جواب اس مجیب کے قلب میں ہمیشہ مستحضر بھی رہتا ہو۔ تب بھی اُس کا بیان صاف اور شافی نہ کر سکے گا۔ اس وجہ سے کہ ممتحن نے بے ادبی کی ہے اور اللہ تعالےٰ بہت مغفرت کرنے والے رحیم ہیں اھ۔

حضرت مصنّف دامت برکاتہم فرماتے ہیں :۔
اصل اس بارے میں یہی ہے۔ لیکن اگر مجیب کے نزدیک کوئی امر قوی مقتضی جواب ہو تو اس کے خلاف (یعنی جواب دینا) بھی جائز ہے (مثلاً حاضرین کو جواب نہ دینے سے ضرر کا احتمال ہو) یا جواب سے اُس مدعی کی بدذاتی پر تنبیہ مقصود ہو۔ اور اللہ تعالےٰ سُننے والے اور قریب ہیں۔

یہ آخر ہے قسم ثالث کا اور اسی کے اختتام پر میں اصل یعنی اماثل الاقوال کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے حُسنِ حال و مآل کی دُعا کرتا ہوں۔ اور اس خاتمہ میں ایک لطیفہ اتفاقاً پیش آیا ہے۔ وہ یہ کہ ختم کتاب

ایک قسم ہے سکوت کی اور اس ملفوظ اخیر میں بھی بعض اوقات سکوت کے مطلوب ہونے کا بیان ہے۔

اور اس رسالہ کی تصنیف سے ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔

وانا اشرف علی التھانوی

عفی عنہ الخفی والجلی

خاتمہ از مترجمؒ

الحمدللہ کہ رسالہ اماثل الاقوال کا ترجمہ ختم ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام مجھ جیسے فاسد القلب تباہ حال آدمی کا نہ تھا کہ ان کاملین صاحب ذوق کے کلمات کا ترجمہ کر سکتا۔ لیکن سیدی و سندی حضرت مصنفؒ دامت برکاتہم جو بفضلہ تعالیٰ انھیں کاملین میں سے ہیں۔ اُن کے ارشاد سے اس تفاؤل کی بناء پر یہ جرأت پیدا ہوگئی کہ شاید حق تعالیٰ ان بزرگوں کے کلمات کی برکت سے اس ناکارہ کی بھی اصلاح فرمادیں۔ وماذلک علی اللہ بعزیز و نعم ما قیل ؎

ان المقادیر اذا ساعدت

الحقت العاجز بالقادر

اور اس ترجمہ سے ۱۶ شعبان ۱۳۵۹ھ کو فراغت حاصل ہوئی جبکہ اس ناکارہ کی عمر کا پینتالیسواں سال ختم ہونے والا ہے۔ اور اتفاق سے اس میں یہ لطیفہ پیش آیا کہ یہ ترجمہ احقر کی تالیفات کا پینتالیسواں عدد ہے چند اشعار فارسی جو حسب حال بیساختہ آگئے اُن پر ختم کرتا ہوں۔

ای کہ پنج و چہل بنادانی — داد در غفلت و ہوس رانی
شکر نعمت بمعصیت دادی — عذر تقصیر ہیچ نہ نہادی
ضعف پیری رسید و در لعبی — وائے ایں بے ہشی و بوالعجبی
بسرت ہین نذیر شیب رسید — واعظ حق بہ ہیں ترغیب رسید

پنج باقی مگر نگہ داری
توبہ از کردہا بکف داری

والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
خادم دار العلوم دیوبند
۱۶ ر شعبان سنہ ۵۹ھ

اسلامی معلومات کیلئے چند بہترین کتابیں

		قیمت
المنجد عربی اردو	عربی کی مشہور لغت المنجد کا اردو ترجمہ	-/۰-
الادب المفرد مترجم اردو	محدث اعظم امام بخاریؒ کی مشہور کتاب مجلد اعلیٰ	-/۲
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب مجلد اعلیٰ	-/۰
کشکول	از مفتی محمد شفیع صاحب۔ اخلاقی۔ تاریخی مضامین مجلد	۵/۰
زبدۃ المناسک کامل	حضرت مولانا رشید احمد گنگوھیؒ (مسائل حج) مجلد	-/۰
ہمارے عائلی مسائل	از مولانا محمد تقی عثمانی۔ اسلام کا عائلی نظام "	۷۵/
آلات جدیدہ کے شرعی احکام	از مفتی محمد شفیع صاحب۔ جدید ایڈیشن جلد کارڈ بورڈ	۵۰
سیرت خاتم الانبیاء	" رسول اللہؐ کی نہایت جامع اور مقبول سیرت مجلد	
خلفائے راشدین	از مولانا عبدالشکور لکھنوی۔ چاروں خلفاؓ کے مستند حالات مجلد	
شہید کربلاؓ	از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ شہادت امام حسینؓ کے صحیح حالات	
سیرت عمر بن عبدالعزیز	از مولانا عبدالسلام ندوی۔ عمر ثانی کے مفصل حالات زندگی مجلد	
علمائے سلف و نابینا علماء	از مولانا حبیب الرحمن شروانی۔ کی دو بہترین اور تاریخی کتب مجلد	
قرآن میں نظام زکوٰۃ	از مفتی محمد شفیع صاحب۔ زکوٰۃ کے جملہ مسائل مجلد	۰
مقالات ابوالکلام	از مولانا آزاد کے نادر و نایاب مقالات مجلد	-
مضامین "	" کے چند نایاب مضامین مجلد	-/۲
ضبط ولادت	از مفتی محمد شفیع صاحب ضبط ولادت کی عقلی و شرعی حیثیت مجلد	
کرامات صحابہؓ	از حکیم الامت تھانویؒ حدیثیں مع ترجمہ میں مجلد	۵۰/
خطبات الاحکام	" بارہ مہینوں کے جمعہ کے خطبے مع ترجمہ اردو ۔ مجلد	

آدابُ الشیخ والمرید

تالیف

امامِ عارف شیخِ اکبر محی الدین ابن عربیؒ

شرح اُردو

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

ناشر

دار الاشاعت

مقابل مولوی مسافرخانہ کراچیؔ

مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ و
صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً اما بعد
یہ ایک مختصر مگر نہایت جامع اور مفید رسالہ حضرت شرف الاسلام والمسلمین شیخ اکبر محی الدین ابن
العربی طائی اندلسی کی تصنیف سے ہے۔

اس رسالہ میں حضرت موصوف نے طریقت وسلوک کے وہ آداب اور اصول صحیحہ جمع فرمائے ہیں جو
شیخ اور مرید دونوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں اور جن کے نظرانداز ہو جانیکی وجہ سے آجکل اکثر اہل طریق اور بز
نمٹے مشائخ طریقت اصل طریقت سے دور جا پڑے ہیں اور صرف یہی نہیں کہ خود ان سے دور ہیں بلکہ ان
اصول صحیحہ سے بیگانگی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کہیں کوئی بزرگ سنت اکابر پر چلتے ہیں اور ان آدا
کا استعمال فرماتے ہیں تو انکو نظر اعتراض سے دیکھا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعن وتشنیع کئے جاتے ہیں
خانقاہ تھانہ بھون مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ کی تربیت سلوک ہمیشہ سے
طبعی طور پر انہیں اصول وآداب کے ماتحت ہے لیکن غلبۂ رسوم سے ہمیشہ حقیقت مستور ہو جاتی
ہے لوگ نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھنے لگتے ہیں اسی طرح اکث
اہل طریق کے اصول وآداب بھی ایک زمانہ سے دنیا میں مفقود ہیں یہانتک کہ بہت سے ذکر وشغل
کرنیوالے اہل طریق بلکہ بعض مشائخ بھی ان کو بدعت طریقت سمجھنے لگے۔ میں ذاتی طور پر الحمد للہ ہمیشہ سے
ان آداب طریقت کو ضروری سمجھتا تھا لیکن مجموعی حیثیت سے انکی کوئی نقل سامنے نہ تھی ان ایام میں
اتفاقاً رسالۂ مذکور نظر سے گذرا تو ایک امام فن نے انھیں اصول کو منقول دیکھکر مسرت ہوئی تھانہ بھون حاضر
ہوا تو حضرت اقدس قدس سرہ کے سامنے پیش کیا حضرت بھی اس وجہ سے مسرور ہوئے کہ جو اصول
طبعی طور پر مقرر کئے گئے تھے وہ سب ایک امام فن کے قلم سے ظاہر ہو گئے وللہ الحمد اسی وقت
سے اس کا ارادہ کرلیا تھا کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں کرکے طبع کیا جائے۔ اس لئے بنام خدائے
عزوجل شروع کرتا ہوں اور اس کا نام حسب تجویز حضرت موصوف القول المضبوط
رکھتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

بندہ محمد شفیع غفرلہ
خادم طلبائے دار العلوم دیو بند ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ

(نوٹ) اس ترجمہ پر حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ دامت برکاتہم نے باستیعاب نظر اصلاح فرما کر بہت سے حواشی مفیدہ ضرو

الحمد للہ الذی ھدٰنا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ۔ جب حق تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم فرمایا وانذر عشیرتک الاقربین[ع] تو آپ نے اپنے قرابت والوں کو دعوت دی اور صفا (پہاڑ) پر کھڑے ہو کر انکو عذاب الٰہی سے ڈرانا شروع کیا اور جس چیز کی تبلیغ کا آپکو حکم فرمایا گیا تھا اُسکی تبلیغ فرمائی جیسا کہ امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "دین خیر خواہی کرنیکا نام ہے"۔ صحابہ نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ[ع] کی اور اُسکی کتاب کی اور اسکے رسول کی اور حکام المسلمین کی اور عام مسلمانوں کی پھر اقربا اور رشتہ دار حکم شریعت میں اخیر خواہی اور) احسان کے زیادہ مستحق ہیں اور قرابت دو قسم پر ہے ایک قرابت طینیہ (یعنی نسب کی رشتہ داری) اور دوسری قرابت دینیہ اور (زیادہ تر) معتبر شریعت میں قرابت دینیہ ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو مذہب والوں کے آپس میں وراثت جاری نہیں ہوتی پس اگر دین نہ ہو تو قرابت طین وراثت کا کچھ حصہ نہیں دلاتی۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ اسی مضمون کو عارف شیرازی نے اس شعر میں خوب ضبط کیا ہے ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

اور ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی طرف ایک لطیف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ میں ایک روز انکی خدمت میں گیا اور عرض کیا الاقربون اولی بالمعروف (یعنی اقربا احسان کے زیادہ مستحق ہیں) انھوں نے فرمایا الی اللہ یعنی جو اقرب الی اللہ[ع] ہیں وہ احسان کے زیادہ مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کا ارشاد ہے انما المومنون اخوۃ پس جب ایمان ثابت ہوا تو برادری ثابت ہو گئی اور جب برادری ثابت ہوئی تو شفقت و رحمت ضروری ہوئی اور شفقت و رحمت کے اسکے سوائے کوئی معنی نہیں کہ تم اپنے بھائی کو عذاب دوزخ سے

ع؎ اپنے قبیلہ کے قریب لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیے ۱۲ منہ ع؎ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس باب میں بالتو محض تبرکاً ہے اور یا مراد دین الٰہی کی خیر خواہی ہے جس کی تفصیل بعد میں مذکور ہے ۱۲ منہ ع؎ اسکی یہ مراد نہیں کہ کسی قرابت والے احسان و حسن سلوک کے بالکل مستحق نہیں بلکہ یہ غرض ہے کہ اصل احسان و اکرام کے مستحق وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اقربا ہوں کو نفس احسان انکے ساتھ بھی ثواب ہے ۱۲ مترجم

نکال کر جنت کی طرف لیجائے اور جہل سے علم کی طرف اور ندامت سے حمد کی طرف اور نقصان سے کمال کی طرف منتقل کرے اس لئے کہ کوئی بندہ اپنے ایمان کو مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے جیسا کہ اس کو امام مسلم نے اپنی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمایا ہے اور تمام مسلمان دوسرے کے مقابلہ میں ایک ہاتھ کی طرح متحد ہیں اور مسلمان مسلمان کے لئے مثل تعمیر مکان کے ہے کہ ایک اینٹ سے دوسری اینٹ کو قوت ہے پس سمجھ لیجئے کہ اس حکم نبوی کی بنا پر مسلمانوں کو غفلت سے آگاہ کرنا اور جہالت کی نیند سے بیدار کرنا اور دوزخ کے غار سے جس کے اوپر وہ کھڑے ہوئے ہیں انکو نجات دینا واجب ہے۔ پھر مسلمان بہت سے مراتب پر منقسم ہیں منجملہ انکے ایک مرتبہ تصوف ہے جس کو ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جو صوفیہ کے نام سے نامزد کی جاتی ہے اور جس کا حال یہ ہے کہ وہ آخرت کو دنیا پر اور حق تبارک و تعالیٰ کو تمام مخلوق پر ترجیح دیتے ہیں (احقر مترجم کہتا ہے کہ ان حضرات کے پیش نظر یہ ارشاد حق رہتا ہے کہ ماعندکم ینفد وماعنداللہ باق (جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے) ویطربنی قول بعضھم فی ھذا المعنی ؎

لکل شئ اذا فارقتہ عوض ولیس للہ ان فارقت من عوض

ہر چیز کا بعد اس کی مفارقت کے بدل مل سکتا ہے ۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ سے (خدانخواستہ) مفارقت ہوگئی تو اس کا کوئی بدل نہیں۔ اور مسلمانوں کے جتنے طوائف اور طبقات مختلف مراتب ومشارب کی وجہ سے ہیں ان میں ہر طبقہ دو حالتوں پر منقسم ہے ایک تو وہ لوگ جو اپنے مشرب ومذہب میں سچے اور صاحب حقیقت ہیں دوسرے وہ جو محض اس مشرب کے مدعی ہیں اور حقیقت کا ان کے پاس کوئی حصہ نہیں۔ پس قرابت ہر جماعت کی ان ہی لوگوں کیساتھ ہے جو انکی طریق ومشرب میں انکے ساتھ ہیں خواہ فقط صورت اور ظاہر کے اعتبار سے ساتھ ہوں اور وہ لوگ ہیں جو محض مدعی ہیں اور حقیقت کچھ نہیں رکھتے اور خواہ ظاہر و باطن اور صورت وسیرت دونوں کے اعتبار سے ساتھ ہوں اور وہ محققین ہیں پس ہمارے ذمہ ضروری ہوگیا

کہ ہم ان کے اقربا ورشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں اور مسلمان ہونیکی وجہ سے انکی خیرخواہی کریں اور برادری کی وجہ سے ان پر شفقت کریں +

طریقت ہی صراطِ مستقیم ہے:۔ اور خوب سمجھ لیجئے کہ یہ طریق یعنی اللہ کا راستہ وہی صراط مستقیم ہے جو سب راہوں سے زیادہ بڑا اور سب سے زیادہ اعلیٰ ہے اس لئے کہ راستہ کی شرافت یا دناوت اس کی غایت اور منزل مقصود کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جبکہ اس طریق کی غایت حق سبحانہ و تعالیٰ ہے جو اشرف موجودات واعز معلومات ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے اس کا راستہ بھی سب سے اشرف و افضل ہوا اور جو شخص اس راستہ کا رہبر ہے وہ سب رہبروں اور رہنماؤں سے اکمل و اعلیٰ ہے اور جو راستہ پر چلنے والا ہے وہ سب راستوں کے چلنے والوں سے زیادہ خوش نصیب اور نجات پانیوالا ہے اس لئے عقلمند کے لئے لائق ہے کہ اس راستہ کے سوا کسی راستہ کو اختیار نہ کرے کیونکہ اس کا تعلق اُس کی ابدی سعادت وراحت کے ساتھ ہے۔ یہ سمجھ لیجے کہ اللہ کے راستہ پر چلنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک صادق اور دوسرا صدیق یعنی ایک تابع و خادم دوسرا مخدوم و متبوع تابع کو مرید یا سالک یا شاگرد کہتے ہیں اور مخدوم و متبوع کو شیخ اور استاذ اور معلم کہا جاتا ہے اور شیخ سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو شیخ اور معلم بننے کی استعداد و قابلیت رکھتا ہو خواہ بحالت موجودہ کسی کا شیخ یا معلم ہو یا نہ ہو اور میری غرض اس رسالہ میں یہ ہے کہ مقام شیخوخت اور اس کے لوازم و آداب کو نیز مرید کے مقام اور اس کے لوازم کو بیان کروں جس پر اہل طریق کا باہمی معاملہ ہونا چاہیے اور جس صورت پر طریق الٰہی میں چلنا چاہیے اور اسی لئے میں نے اس کا نام (الحکم المربط فیما یلزم اھل طریق اللہ تعالیٰ من الشروط) رکھا ہے کیونکہ زمانہ لمبے چوڑے جھوٹے دعوؤں سے بھرا ہوا ہے نہ کوئی مرید ہی صادق اور سلوک میں ثابت قدم نظر آتا ہے اور نہ کوئی شیخ ہی محقق نظر پڑتا ہے جو مرید کی خیرخواہی کرے اور اسکو نفس کی رعونت اور خود رائی سے نکالے اور طریق حق اس کے سامنے ظاہر کردے پس مرید شیخوخت اور بڑائی کا مدعی ہو جاتا ہے اور یہ سب خبط اور تلبیس ہے۔

طریقت میں شیخ کی ضرورت۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ دعوت الی اللہ کا مقام وہ نبوت

کا مقام ہے یا نبوت کی وراثت کاملہ کا مقام اور جو شخص عہ اس مقام میں قائم ہوتا ہے اس کو زمانِ نبوت میں نبی کہا جاتا ہے اور زمانہ نبوت کے بعد یعنی حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُس کو شیخ عہ اور اُستاد اور وارث کہا جاتا ہے جو علما حق ہوں بغیر اس کے کہ وہ انبیا ہوں اور شیخ وہ ہے کہ جس کے حق میں اکابر اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس شخص کا کوئی استاد نہ ہو اس کا استاد شیطان ہوتا ہے اور نبی کریم م کے اُستاد جبرئیل ع ہیں اور ہروی نے اپنی کتاب درجات تابعین میں روایت کیا ہے اور یہی روایت مجھے شیخ شریف جمال الدین یونس بن یحیٰی سے ۵۹۹ھ حرم بیت اللہ میں رکن یمانی کے سامنے حاصل ہوئی جس کو انہوں نے متصل سند سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور جبرئیل آپکے پاس پہلے سے تشریف رکھتے تھے اس فرشتے نے کہا اے محمد م اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ چاہیں تو نبی عبد بنیں اور چاہیں نبی بادشاہ بنیں (یعنی نبی بھی ہوں اور دنیوی بادشاہ بھی) جبرئیل نے اشارہ کیا کہ آپ کو تواضع اختیار کرنی چاہیئے اس لئے رسول اللہ نے فرمایا کہ میں نبی عبد بننے کو پسند کرتا ہوں اور ہماری غرض اس حدیث کے نقل سے تعلیم جبرئیل کا ثبوت ہے اور یہ کہ نبی کریم م نے اُسی چیز کو پسند کیا جس کو جبرئیل ع نے پسند کیا پس اس جگہ جبرئیل م شیخ معلم کے مقام میں تھے اور نبی کریم م متعلم کے مقام میں مترجم عرض کرتا ہے کہ یہاں سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ جبرئیل ع کا افضل المخلوقات حضرت سرورِ عالم م سے افضل ہونا لازم آتا ہے جو جمہور مسلمین کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ درحقیقت معلم اور مؤدب حضرت رسول اللہ م کا خود حق سبحانہ ہے حضرت جبرئیل م محض واسطہ اور قاصد ہیں مگر صورۃً معلم اور شیخ کے قائم مقام ہیں اور اس غرض کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو چند سطر کے بعد اسی رسالہ میں مذکور ہے ان اللہ ادبنی فاحسن ادبی یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور تعلیم دی (مترجم) اور اسی مضمون کے متعلق حق تعالیٰ نے

عہ اس عنوان سے شبہ نہ کیا جاوے کہ اس مقسم کی دونوں قسموں میں صرف یہی تفاوت ہے کہ ایک قسم زمان نبوت میں ہے اور دوسری قسم زمان غیر نبوت میں بلکہ خود دونوں کے کمالات ذاتیہ میں بھی غیر محدود تفاوت ہے ۱۲

عہ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ آنحضرت م کے بعد کسی قسم کی نبوت باقی و جاری نہیں مانتے اس لئے فتوحات کی وہ عبارت جس سے شبہ پڑتا ہے یہ انکی عبارت نہیں جیسا کہ شعرانی نے یواقیت میں لکھا ہے اور یا مؤول ہے سنہ اس مقولہ کو بعض لوگوں نے حدیث رسول کی صورت میں ذکر کیا ہے مگر حضرت شیخ قدس سرہ نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا ہے لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ نیز نبی کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لئے مؤدب کی سخت ضرورت ہے اور اسی کا نام اصطلاح میں استاذ اور معلم اور شیخ ہے اس لئے کہ یہ طریق چونکہ شرف و عزت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اس لئے اس پر ہر طرف سے اور موانع اور ایسے امور کا ہجوم ہے جو انسان کو ہلاک کرنیوالے ہیں اس لئے اس راستہ پر وہی چل سکتا ہے جو بہادر قوی الہمتہ اور پیش قدمی کرنیوالا ہو اور اس کے ساتھ کوئی ماہر تجربہ کار رہبر بھی ہو اس وقت اس راستے پر چلنے کا فائدہ ظاہر ہو سکتا ہے اس لئے شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے مرتبہ تادیب و تعلیم کا حق پورا کرے اور مرید کے ذمہ واجب ہے کہ طریق کا حق ادا کرے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ مقام شیخوخت (یعنی کسی کا پیر اور مصلح ہو جانا) یہ انتہائی مقصود نہیں کیونکہ شیخ بھی اپنے رب سے اس مرتبہ کا طالب ہے جو اسکو حاصل نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم سے فرمایا ہے وقل رب زدنی علماً اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما دیجئے اس لئے شیخ اور استاد کی یہ صفت ہونی چاہیئے کہ وہ خواطر نفسانی و شیطانی اور ملکوتی و ربانی سے پورا واقف ہو۔ احقر مترجم کہتا ہے کہ توضیح اس کی یہ ہے کہ حدیث میں نبی کریم کا ارشاد ہے کہ ہر انسان کے قلب پر ایک شیطان مسلط ہے اور ایک فرشتہ قلب میں جو خطرات (خیالات) پیدا ہوتے ہیں وہ کبھی تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور کبھی فرشتہ کی طرف سے (رواہ مسلم) انہیں کو اس عبارت میں خطرات شیطانی و ربانی سے تعبیر کیا ہے۔ الغرض شیخ کے لئے ان خطرات کے درمیان تمیز کرنا ضروری ہے نیز اس اصل کا پہچاننا بھی ضروری ہے جس سے یہ خطرات منبعث (یعنی پیدا ہوئے) اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان خطرات کے ظاہری حرکات سے (یعنی انجامات سے جن کا وجود محسوس ہے) اور ان میں جو امراض و علل ہیں جو عین حقیقت کی طرف پہنچنے سے مانع ہیں پورا واقف ہو (خواطر نفسیہ و شیطانیہ میں تو بالذات بھی امراض و علل واقع ہو جاتے ہیں اور خواطر ملکیہ و ربانیہ میں بعض اوقات دوسرے عوارض سے بعض علل کی آمیزش ہو جاتی ہے تو شیخ کا ان سب سے واقف ہونا شرط ہے)

اور ضروری ہے کہ امراض کی دواؤں اور ان کی کیفیات و حقیقت سے بھی واقف ہو اور

ان اوقات سے بھی واقف ہو جن میں مرید کو ان دواؤں کے استعمال پر آمادہ کیا جائے نیز مریدوں کے اختلاف مزاج اور خارجی علائق وموانع کو مثلاً والدین اور اہل وعیال اور بادشاہ وغیرہ (تعلقات کی مانعیت) کو جانتا ہو اور ان کی سیاست وتدبیر سے واقف ہو اور مریض مرید کو ان کے (یعنی ان علائق وموانع کے) پنجہ سے نکالے اور یہ سب اُسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ مرید کو اللہ کے راستہ میں رغبت ہو اور اگر اُسی کو رغبت نہیں تو پھر کوئی نفع نہیں۔

آدابِ شیخ ۔ شیخ اکبر نے اس رسالہ میں آدابِ شیخ کو شروط کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اس لئے احقر نے بھی ان آداب کا عنوان **شرط** ہی رکھا ہے (مترجم) **شرط (۱)** شیخ کیلئے یہ شرط ہے کہ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے چلا جائے بلکہ جب گھر سے نکلے تو اجازت لے کر نکلے اور جس کام کے لئے جائے شیخ کی اجازت سے جائے **شرط (۲)** شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو ہر لغزش پر جو اس سے صادر ہو تنبیہہ وزجر و توبیخ کرے اور اس میں عفو ومسامحت کو راہ نہ دے اور اگر عفو[1] سے کام لیا تو اس نے اُس مقام (شیخوخت) کا حق ادا نہ کیا جس پر وہ قائم ہے بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعیت سے خیانت کرتا ہے اور اپنے رب کی حرمت وعظمت پر قائم نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ابدی لنا صفحتہ اقمنا علیہ الحد یعنی جو شخص ہمارے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کریگا (مراد یہ ہے کہ جس کا جرم ظاہر ہو جاویگا) ہم اس پر حد قائم کردیں گے (اسی طرح شیخ کو غلطیوں پر مواخذہ کرنا چاہیئے) **شرط (۳)** منجملہ شرائط شیخ کے ایک یہ بھی ہے کہ مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرۂ قلبی یا حال باطنی پوشیدہ نہ رکھے گا اور جبکہ طبیب جڑی بوٹیوں کی صورت وخواص سے واقف نہ ہو اور ترکیب ادویہ کو نہ جانتا ہو تو وہ مریض کے لئے مہلک ہے اس لئے محض خواص کا علم بغیر صورت پہچاننے کے کافی نہیں۔ دیکھئے اگر کوئی دوا فروش (عطار) مریض کا دشمن ہو اور اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہو طبیب اس کے لئے حسب تجویز دوا طلب کریگا مگر وہ دوا کی صورت وحقیقت کو پہچانتا نہیں اگر اس وقت عطار اس کو کوئی ایسی چیز دیدے جس سے مریض ہلاک ہو جائے اور طبیب بوجہ ناواقفیت کے وہی دوا مریض کو پلادے اور مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا گناہ عطار اور طبیب دونوں کی گردن پر ہوگا کیونکہ طبیب کا فرض تھا کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ پلائے

---

[1] عفو سے مراد عدم مواخذہ ہے۔

جس کی حقیقت وصورت کو نہ جانتا ہو ایسے ہی شیخ جبکہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سُنکر حاصل کیا اور وجاہت وریاست کے لئے مریدوں کی اصلاح وتربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے اس لئے کہ وہ طالب سالک کے مصدر و مورد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا اس لئے ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اُس وقت اُس کو استاذ کہا جا سکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان و آزمائش کے قبول نہ کرے شرط (۴) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے ہر سانس اور ہر حرکت کا محاسبہ کرے اور جتنا زیادہ اُس کو مطیع و منتج دیکھے اُس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کو دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لئے ہیں اس لئے کہ وہ تو صرف اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر اسلام و ایمان کا نام آجائے اور صرف ان چیزوں کو ادا کرتے رہیں جو اللہ تعالےٰ نے ان پر فرض کی ہیں اور جو شخص اعلیٰ درجہ[عث] کو اور عوام کے مرتبہ سے زیادتی کو طلب کرتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے حاصل کرنے میں سختیاں برداشت کرے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے سینہ پر موتیوں کا ہار دیکھے اس پر ضروری ہے کہ تعر دریا کی ظلمت کو برداشت کرے اور روح حیات یعنی سانس کو چلنے سے روکدے کیونکہ دریا میں غوطہ لگانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے سانس کو روکے اسی سے ہمارا مدعا ثابت ہوا اور ہمارے امام ابومدین فرمایا کرتے تھے کہ مرید کو رخصتوں سے کیا واسطہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا (جو لوگ ہماری اطاعت میں مجاہدہ (کوشش) کرتے ہیں ہم اُن کو سیدھا راستہ بتا دیتے ہیں) اب دیکھ لو تم کہاں پڑے ہوئے ہو مجاہدہ کے بعد صحیح راستہ ظاہر ہوگا اور اُس وقت اُس راستہ پر چلنا ہوگا اور راستہ کا قطع کرنا ایک سفر ہے اور سفر ایک قطعہ ہے عذاب کا اس لئے کہ مسافر ایک تکلیف سے دوسری تکلیف کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے پھر راحت کہاں شرط (۵) اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ شیخوخت (پیری) کی جگہ پر اسوقت تک نہ بیٹھے جبتک اُس کو کوئی شیخ (پیر) اس جگہ پر خود نہ بٹھلائے یا حق تبارک وتعالیٰ[عث] خود اُس پر الہام فرمائے

عث یہ اس زمانہ کے طالبین کی حالت تھی اب تو زائد کی مشقت کو بھی جو کہ معتد بہ مشقت بھی نہیں ہے برداشت نہیں کرتے اسمیں بھی شیخ کی سیاست کو گراں سمجھتے ہیں جسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے ذائقہ کو صرف ظاہری کا رکھا ... اسلام میں اور اسمیں بھی صرف صورت کے درجہ میں منحصر سمجھ رکھا ہے عث حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اسمیں شرط یہ ہے کہ اس زمانہ کے مشائخ طریقت اس کو قبول کرلیں ۱۲

(۶) زبلویں اور اس کے ساتھ حق تعالےٰ کا یہی معاملہ ہو کہ بلا واسطہ شیخ تربیت کیجاتی ہو شرط
منجملہ شرائط شیخ ایک یہ بھی ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کلام کرے اور اُس کے مقابلہ میں کوئی جھگڑا کرنے
والا کھڑا ہو جائے تو اپنے کلام کو قطع کرے اس لئے ان حضرات (صوفیا) رحمہم اللہ تعالےٰ کا جھگڑا
کرنیوالوں کے ساتھ کوئی کلام نہیں رہتا کیونکہ ان کے علوم منازعت (جھگڑے) کو قبول نہیں
کرتے اس لئے کہ یہ علوم وراثت ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کسی بات
میں جھگڑا ہوتا تو آپ فرما دیتے کہ نبی کے سامنے منازعت مناسب نہیں اور یہ اس لئے کہ
معارف الٰہیہ اور ارشادات لطیفہ ربانیہ احاطہ عقول سے خارج ہیں یعنی عقل اپنی نظر و فکر سے
اُن کا احاطہ نہیں کر سکتی اگرچہ اس کے ادراک کی قابلیت خداداد اس میں موجود ہے اس لئے
ان علوم میں (جبکہ عقل کی نظر و استدلال کا راستہ نہیں) تو اب کشف کے سوا کوئی ذریعہ
حصول نہ رہا۔ اور جو شخص معائنہ اور مشاہدہ کرکے کوئی خبر بیان کرے تو سامع کو نہ چاہیئے کہ اس میں
کوئی منازعت کرے بلکہ احکام طریقت کے موافق اُس پر دو چیزوں میں سے ایک واجب ہے
یعنی اگر اس صاحب کشف کا مرید ہے تو اُس کی تصدیق واجب ہے اور اگر مرید نہیں تو تسلیم
واجب ہے مراد تسلیم سے یہ ہے کہ اگر تصدیق نہیں کر سکتا تو اُس میں کوئی منازعت اور جھگڑا
بھی نہ کرے بلکہ سکوت و تسلیم سے کام لے ۱۲ مترجم) کیونکہ مرید اگر اپنے شیخ کے قول کے سچا
ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو کہاں فلاح پا سکتا ہے اور جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مرید کو
آزاد چھوڑے ہوئے ہے اور مرید اُس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ) میں ادلہ شرعیہ یا عقلیہ سے
استدلال کرتا ہے اور شیخ اس کو زجر و توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے
اس لئے کہ مرید کے لئے بجز ان اشیاء کے جن کا مشاہدہ معائنہ کرے اور کسی چیز میں کلام کرنا
مناسب نہیں (اور ابھی یہ درجہ اُس کو نصیب نہیں ہوا اس لئے اُس کو کلام نہ کرنا چاہیئے) بلکہ اس کے
ذمہ سکوت واجب ہے اور (ایسے اُمور میں) رائے و فکر اُس پر حرام ہے اور دلائل میں نظر کرنا اس
پر ممنوع ہے پس جو شیخ اپنے مرید کو اس حالت پر چھوڑے رکھتا ہے وہ اس کا مرشد نہیں، بلکہ
اُس کی ہلاکت میں کوشش کرنیوالا اور اس کے حجاب کو بڑھانے والا اور اس کے لئے حق تعالےٰ
کے دروازے سے مردود بننے کا باعث ہے۔ اور شیخ کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ جب وہ کسی مرید کو

دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا ہے اور شیخ نے جو کچھ اس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف رجوع نہیں کرتا تو چاہیئے کہ اس کو اپنی مجلس یا خانقاہ سے نکال دے اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کر دیگا اور خود کوئی فلاح نہ پائیگا اس لئے کہ مریدین نوعرائس اللہ میں یعنی دلہنوں اور حوروں کی طرح اپنے خیموں میں مقصور ہیں ہر منظر و مجلس سے اپنی نظر بچانے والے ہیں سوا اس منظر کے جس کی طرف ان کا شیخ ان کو لے جا رہا ہے - اور شیخ کے واجب ہے کہ جب یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں سے اس کی حرمت اور بڑائی نکل گئی تو اسکو اپنی سیاست کے ذریعہ اپنے گھر سے نکال دے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

احذر عدوك مرة　　　واحذر صديقك الف مرة

اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر　　　تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرو

فلربما انقلب الصديق فكان اعرف بالمضرة

اس لئے کہ بسا اوقات دوست منقلب ہو کر دشمن بنجاتا ہے تو وہ نقصان رسانی کے زیادہ جانتا ہے

اور ایسے شخص کے لئے ظواہر شریعت اور عام طرق عبادت کا اشتغال واجب ہے اور 11
ایسے مرید کے درمیان اور اپنے تمام متعلقین یعنی اولاد و اعزہ کے درمیان دروازہ آمد و رفت و میل وملاقات بند رکھے کیونکہ مرید کے لئے کوئی چیز اس شخص کی صحبت سے زیادہ مضر نہیں جو اس طریق کا قائل یا پابند نہ ہو (جیسا کہ یہ بدکردہ مرید ہو گیا)

اور شیخ کے لئے تین مجلسیں ہونی چاہئیں - ایک مجلس عوام کے لئے اور دوسری اپنے تمام مریدین و اصحاب کے لئے اور تیسری ہر مرید کے لئے جداگانہ پھر واجب ہے کہ مجلس عام ع میں کسی مرید کو شریک نہ ہونے دے اور اگر ان کو اس مجلس میں شریک کیا تو ان کے حق میں سخت برائی کی - **شرط (۲) متعلق مجلس عام** - اور شیخ کی شرط مجلس عام میں یہ ہونی چاہیئے کہ معاملات یعنی احوال (کہ معاملہ عبد کا ہے حق کے ساتھ) اور کرامات (کہ معاملہ حق کا ہے عبد کے ساتھ) کے نتائج (یعنی آثار) سے اور آداب شریعت کی محافظت اور احترام سے جیسا اللہ تعالٰی کے خاص

ع یعنی جس مجلس میں معارف کا تذکرہ نہ ہو جیسے دنیاداروں کے ساتھ ان کی مباح حاجتوں میں گفتگو کرنیکا اتفاق ہو جاتا ہے یا جیسے عوام صلحا کے ساتھ مبادی طریقت و آداب و آداب شریعت کا بیان کیا جاتا ہے سو مجلس عام کی دو قسمیں ہیں قسم اول کا عام ہونا بالکل ظاہر تھا اس لئے شیخ نے صرف قسم ثانی

بندے گذرے ہیں (یعنی ان چیزوں کے تذکرے سے تجاوز نہ کرے (غالباً غرض یہ ہے کہ تصوف کے دقیق مضامین اور علوم مکاشفہ کو (جو مجلس خاص میں ذکر کیے جاتے ہیں) اس مجلس میں بیان نہ کرے کیونکہ وہ ان کی سمجھ سے باہر اور ان کے لئے مضر ہیں)

شرط (۸) متعلق مجلس خاص - اور مجلس خاص میں شیخ کے لیے یہ لازم ہے کہ اذکار اور خلوات اور مجاہدات سے اور ان کے راستوں کی توضیح و تبیین سے تجاوز نہ کرے جو آیت کریمہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا سے متعلق و منسوب ہیں۔

شرط (۹) متعلق مجلس انفراد - اور جب شیخ اپنے مرید کے ساتھ جداگانہ بیٹھے اس کے لئے لازم ہے کہ اس کو زجر و توبیخ کرتا رہے اور یہ کہ جو حالات مرید پیش کرے اس کے متعلق یہ ظاہر کرے کہ یہ ادنےٰ درجہ کا اور ناقص حال ہے اور اس کو اسکی کم ہمتی پر متنبہ کرے اور اپنے حال پر مغرور و مفتون نہ ہونے دے (مترجم عرض کرتا ہے کہ اصل تعلیم یہی ہو لیکن آجکل چونکہ عام طور پر ہمتیں پست ہیں اور قلوب میں رغبت کم اس لئے مرید کے حالات کو بکلی ناقص و ادنےٰ ظاہر کرنے سے یہ احتمال ہے کہ مایوس ہو کر چھوڑ نہ بیٹھے اس لئے کچھ ترغیبات سے بھی کام لیا جائے البتہ اس حد تک نہ پہنچنے دے کہ وہ اپنے حال پر مغرور ہو جائے اور غالباً حضرت شیخ رح کی اصل میں یہی غرض ہے ورنہ سلف سے بطور ترغیب کے بعض حالات پر مبارکباد دینا اور عالی حال ہونے کی تصریح کرنا منقول ہے اور یہ بھی کہ ع

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

اور آجکل مرشد المرشدین سیدی سندی حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ کی تربیت میں بھی موجودہ حالات کی نزاکت اور عام بے رغبتی اور کم ہمتی کی وجہ سے اس جزو کا خاص لحاظ ہے اور اس کے ساتھ ہی اکثر احوال واردات کے متعلق یہ بات ذہن نشین کر دیجاتی ہو کہ طالب ان چیزوں کو اصل مقصود نہ سمجھے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ایسے احوال محمود تو ہیں (اور اس سے ہمت افزائی ہوتی ہے) اور مقصود نہیں (اس سے وہ مغرور و معجب نہیں ہونے پاتا حضرت شیخ کا اصل مقصود یہی جزو ہے)

شیخ کو خود اپنے لئے بھی کوئی خلوت کا وقت رکھنا چاہیئے اور شیخ پر واجب ہے

کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کے لئے رکھے اور اس وقت حضور پر اعتماد نہ کرے جو اسکو حاصل ہو چکی ہے اس لئے کہ نبی کریمؐ فرماتے تھے کہ میرے لئے بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ جس میں خدا کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہوتی اور یہ اس لئے کہ نفس کو قوت حضور اسی طرح حاصل ہوئی ہو کہ ایک زمانہ تک عادت حضور پر اور اللہ کے سوا تمام ظاہری اور باطنی چیزوں کے ترک پر مداومت کی پس اسی طرح عادت نقیض کے حکم پر بھی ہیں کرنا چاہیئے (یعنی) ایسا نہ ہو کہ آہستہ آہستہ حضور کے خلاف (یعنی غیبت) کی عادت پڑ جائے بالخصوص جبکہ انسان کی جبلت وطبیعت بھی اس کی (یعنی غیبت وغفلت) کی مؤید ہو۔

پس جبکہ شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اسی طریق سے نہ کرے جس سے اس کو یہ تمکین (یعنی دوام اطاعت اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی ہو تو (عجب نہیں) کہ وہ دھوکہ میں پڑ جائے اور آہستہ آہستہ طبیعت وعادت قدیمہ اس کو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہے تو انس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات وکیفیات کا جو نفس کی طبیعت وجبلت کے موافق نہیں کہ ان کے ۱۳
حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہم نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور ان کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالےٰ نے فرمایا ہے ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا و اذا مسہ الخیر منوعا۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے نفس کے تمام رذائل کو جمع فرما دیا ہے اور بیان فرما دیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اس کے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے۔ شرط (۱۰) اور شیخ کے آداب لازمہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب مرید اس سے کوئی اپنا خواب بیان کرے یا کوئی کشف ومشاہدہ جو پیش آیا ہو ظاہر کرے تو اس کی حقیقت پر اس کے سامنے ہرگز کلام نہ کرے لیکن اس کو ایسے اعمال بتلادے جس سے اس کی مضرت وحجاب رفع ہو جاوے (یہ اس وقت جبکہ خواب وکشف کسی امر مضر کے متعلق ہو) یا اس کو اس سے اعلیٰ حال کی طرف متوجہ کردے (اور یہ اس وقت جبکہ خواب اور کشف سے کوئی امر مفید ثابت ہو) اور غرض

اس کی یہ ہے کہ مرید کو اپنے اس حال سے بڑائی پیدا نہ ہو جائے انیز تاکہ تفتیش کشفیات
کی اس کو عادت نہ ہو جائے جو کہ مضر طریق ہے) اور جب شیخ مرید کے خواب یا کشف
وغیرہ (کی حقیقت) پر کلام کرے تو اُس کے حق میں برائی کرے گا کیونکہ مرید کے
قلب سے اسی قدر شیخ کی حرمت کم ہو جائے گی جس قدر اُس سے کلام میں بے تکلفی
کرے گا عـــہ - اور جس قدر حرمت کم ہو گی اُسی قدر اُس کے اتباع سے انکار پیدا ہو گا۔
اور جب اتباع اور اخذ تربیت سے انکار پیدا ہو گا تو عمل بھی جاتا رہے گا۔ اور
جب عمل نہ رہے گا تو (حق تعالیٰ کے اور اُس کے درمیان) حجاب حائل ہو کر مردود
ہو جائے گا اور طریق کے حکم سے نکل جائے گا۔ پھر اُس کی مثال کتے کی سی ہو جائیگی
ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے عافیت طلب کرتے
ہیں۔ (اللّٰھم آمین)

شرط (۱۱) اور شیخ کے شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ بیٹھنے
دے. سوا اُن برادران طریقت کے جو اُس کے ساتھ کام میں اسی شیخ کے زیر حکم جمع ١٤
ہیں (اور اُس کو ہدایت کرے) کہ نہ وہ کسی سے ملنے جائے اور نہ اُس کے پاس کوئی ملنے
کے لئے آئے اور کسی سے اچھا یا بُرا کلام نہ کرے۔ اور جو کچھ اس کو حال پیش آئے یا
کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادرانِ طریقت میں بھی کسی سے بیان نہ کرے۔ اور اگر شیخ
مرید کو ان افعال میں سے کوئی اس کے کرنے پر آزاد چھوڑ دے تو اُس کے حق میں برائی
کرتا ہے۔

شرط (۱۲) اور شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے مریدین کے ساتھ مجالست
رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کرے عـــہ اور اُس کے (یعنی شیخ کے لئے) ایک گوشہ
تنہائی گھر میں ہونا چاہیئے جس میں اُس کی اولاد میں سے بھی کوئی نہ جا سکے بجز اس کے
جس کو یہ خاص کر دے اور اولیٰ یہ ہے کہ اس تنہائی میں کسی کو خاص بھی نہ کرے۔ تاکہ

عـــہ اور چونکہ اس حقیقت پر کلام کرنا غیر ضروری تھا غیر ضروری کلام سے بے تکلفی
بڑھ جاتی ہے عـــہ (تاکہ وہ بے تکلف نہ ہو جاوے اور تاکہ زیادہ وقت اپنے ذمہ میں صرف کرے)

اُس میں کسی مخلوق کی صورت نہ دیکھے کیونکہ کسی کا دیکھنا اس کے حال میں اس متنفس کی قوت روحانیہ کے اندازہ کے موافق اثر رکھتا ہے اور بسا اوقات اس شخص کی وجہ سے شیخ کا حال اپنی خلوت میں متغیر ہو جاتا ہے۔ اور اس کو ہر شیخ نہیں پہچان سکتا۔ اور ضروری ہے کہ شیخ کے لئے کوئی گوشہ اپنے اصحاب کے ساتھ اجتماع و مجالست کے لئے بھی مقرر ہو۔

شرط (۱۳) شیخ کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے ہر مرید کے لئے گوشۂ تنہائی مقرر کردے جو اس کے لئے مخصوص ہو دوسرا کوئی اُس میں نہ جاسکے۔

اور شیخ کے لئے مناسب ہے کہ جب کسی مرید کے لئے کوئی گوشہ مقرر کرے تو پہلے اُس میں عہ خود داخل ہو۔ اور اس میں دو رکعتیں پڑھے اور مرید کی قوت روحانیہ اور مزاج میں اور جو اُس کے حال کا مقتضا ہو اُس میں غور کرے۔ پھر شیخ ان دو رکعتوں میں ایسے حضور و جمعیت کو اختیار کرے جو اس مرید کے مناسب حال ہے۔ (غالباً یہ مراد ہے کہ شیخ ابو الوقت ہوتا ہے۔ ان رکعتوں میں اپنے اُوپر وہ حالات طاری کرلے جن کا اضافہ اُس پر اس وقت مناسب ہے) پھر اس کو گوشہ میں بٹھادے۔ کیونکہ شیخ اگر ایسا کرے گا تو مرید کے لئے مقصود کا فتح باب قریب ہو جائے گا۔ اور اس کی برکت سے اُس کی خیر اُس کو جلدی پہنچے گی۔

اور شیخ کو چاہیئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے۔ اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں بُرا کرتا ہے۔

عہ یہ فارغ شیخ کے لئے ہے اور جس کو دُوسرے مشاغل دینیہ بھی ہوں وہ اس عمل کی رُوح پر اختصار کرے۔ اور وہ رُوح خاص حالات مناسب کا ذلیفہ ہے جو بدون دو رکعت کے بھی ممکن ہے۔

وهذا آخر ما أورده الشيخ الأكبر رح من آداب الشيخ وشرائط توجهها بالصمدية في فلتات الأوقات والحمد لله الذي بعزته وجلاله تتم الصالحات۔ وكان تسويده في عشرة ذي الحجة سنة ۱۳۴۹ھ تسع وأربعين بعد ثلثمائة والف۔

بندۂ ناکارہ وآوارہ

محمد شفیع دیوبندی کان اللہ لہ ومشائخہ

۱۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ یوم الجمعہ

عہ نظر في الترجمة أشرف علي ودعا للمترجم بكل خير۔ خفي وجلي ۱۷۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ھ

عہ یہ عبارت حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی ہے جو اخر رسالہ پر بطور تصدیق وتقریظ تحریر فرمائی ہے ۱۲ مترجم۔